اضافہ شدہ ایڈیشن

جلوہ گاہِ دوست
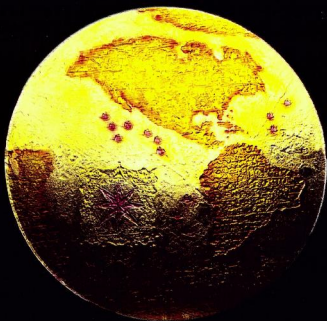
خواجہ محمد طاہر بخشی نقشبندی مدظلہ

نام کتاب: جلوہ گاہِ دوست

مؤلف: حضرت خواجہ محمد طاہر المعروف سجن سائیں بخشی نقشبندی

کمپوزِنگ: علامہ حبیب الرحمٰن گبول طاہری نقشبندی

معاون: محمد زبیر چنہ طاہری

ناشر: ادارۃ المعرفۃ، درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو، نوشہرو فیروز، سندھ

اشاعت اول: نومبر 2007ء

اشاعت دوئم: فروری 2008ء

ملنے کا پتا

ادارۃ المعرفۃ درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو، ضلع نوشہرو فیروز۔ 0242-449297

علامہ محمد عزیز الرحمان طاہری اللہ آباد شریف کنڈیارو۔ 0300-8887557

قاری حبیب الرحمٰن، مرکز روح الاسلام، بلال ٹاؤن بیدیاں روڈ لاہور کینٹ۔ 0300-4617238

محمد بخش جونیجو طاہری، کریم جنرل اسٹور نوڈیرو لاڑکانہ۔ 0345-3833044

مولانا محمد ابراہیم طاہری، مرکز اصلاح المسلمین ٹول پلازہ کراچی۔ 0300-2183789

مولانا محمد ابراہیم لاسی طاہری، اوتھل، بلوچستان۔ 0345-3971700

انتساب

والدین کے نام

فہرست

مختصر حالات حضرات مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ 115

##

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے دوست (اولیاءاللہ) اللہ کے بندوں کی خدمت اپنے معبود حقیقی کی سب سے بڑی عبادت سمجھتے ہیں۔ جب زخم خوردہ، مصیبت کے مارے، ہر طرف سے مایوس انسان ان کی خانقاہوں پر پہنچتے ہیں تو وہ دنیا کے غم اور نفرت آمیز رویے بھول جاتے ہیں اور یہ سب ان بندگان خدا کی محبت سے لبریز اخلاق کریمانہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

صوفیاء کرام کی یہ خانقاہیں درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اس زمین پر بلا تفریق، اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کے لیے ماویٰ اور مسکن ہوتی ہیں۔ (اور خانقاہوں کا اصل رنگ یہی ہے اور ہونا بھی یہی چاہیے کہ ہر بندۂ خدا ان کو اپنا گھر سمجھے) وہاں زخموں پر مرہم لگایا جاتا ہے اور وہ شراب محبت پلائی جاتی ہے کہ جس کے پہلے گھونٹ سے ہی مرضوں سے شفا نصیب ہو جاتی ہے۔

اس دنیا کی آلائشوں میں آلودہ ہو کر اپنی آدمیت کھو دینے والے انسان ایسے پاک اور صاف باطن ہو جاتے ہیں کہ وہ زمین سے اٹھ کر آسمان کی بلندیوں میں پرواز کے لائق بن جاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں انسان اپنی انسانیت کو پا کر خلیفۃاللہ کے منصب پر فائز ہو جاتا ہے۔ اسلئے صوفیاء کرام اپنے شیخ کی دربار کی سرزمین کو آسمان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مجدد وقت حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃاللہ علیہ جب اپنے شیخ خواجہ مظہر جان جاناں کی خانقاہ پر حاضر ہوئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا تو اس موقع پر بے اختیار پکار اٹھے۔

از بروئے سجدۂ عشق آستانے یافتم
سرزمین بود منظور آسمانے یافتم
(فیض نقشبند)

کیونکہ ایسے ہی مقدس آستانوں پر رہ کر اپنے کامل شیخ کی خدمت گذاری کرتے کرتے یہ خادم ایک دن مخدوم بنے۔ معروف ولی شیخ ابوسعید ابوالخیر مہنی قدس سرہ اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ہمراہ خرقان تشریف لائے اور

کئی روز شیخ ابوالحسن خرقانی کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ نقل ہے کہ شیخ ابوالخیر ابوسعید مہنی بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ میں پہلے ناپختہ اینٹ تھا، جب خرقان پہنچا تو گوہر نایاب بن کر واپس آیا۔ (تذکرۃ الاولیاء عطار)

اولیاءاللہ کی مخلوق خدا سے محبت

اولیاءاللہ کے دلوں میں چونکہ اللہ کی محبت اور بے انتہا تعظیم ہوتی ہے، اسی وجہ سے وہ اللہ کی مخلوق سے بھی پیار کرتے ہیں۔ بندگان خدا سے پیار خدا کے ساتھ پیار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی محبت کی وجہ سے اپنی خانقاہ پر ہر آنے والے کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ قطب عالم حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہ نے اپنی خانقاہ کے دروازے کے اوپر لکھ رکھا تھا۔

''جو شخص بھی اس سرا میں آئے اسے روٹی دو اور اس کے ایمان کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ اللہ نے جسے بھی جان عنایت فرمائی ہے وہ ابوالحسن کے دستر خوان کے لائق ہے۔'' (تذکرہ شیخ ابوالحسن خرقانی صفحہ ۳۶ از نذیر رانجھا)

شیخ کی دربار پر آویزاں بورڈ پر کندہ یہ الفاظ جہاں حضرت شیخ کی بشر دوستی اور انسان نوازی کا پتہ دیتے ہیں، وہیں ان پاکیزہ جملوں سے صوفیاء کرام کے نظریے کا علم بھی ہوتا ہے۔ جیسے ایک انسان دوست ڈاکٹر اور حاذق حکیم مرض سے تو نفرت کرتا ہے لیکن مریض سے نہیں۔ اسی طرح یہ حضرات گناہوں سے تو نفرت کرتے ہیں لیکن گنہگاروں سے نہیں۔ یہ اپنے اندر سارے عالم سے ہمدردی اور غم خواری کا جذبہ رکھتے ہیں۔ حضرت شیخ خرقانی قدس سرہُ کا یہی مقولہ ہے، فرماتے ہیں۔

''اگر ترکستان سے لیکر شام تک کسی انسان کی انگلی میں کانٹا چبھ جائے تو اس کا درد مجھے ہوتا ہے۔ اسی طرح ترکستان سے لیکر شام تک کسی انسان کے پاؤں پر پتھر لگے تو اس کا زخم مجھے لگتا ہے اور اگر کسی دل میں بھی کوئی دکھ موجود ہے تو وہ دکھی دل میرا ہوتا ہے۔'' (تذکرہ شیخ ابوالحسن خرقانی صفحہ ۷۲)

ایک اور موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا جس سے آپ انکی مخلوق نوازی کی تڑپ کا اندازہ بآسانی لگا سکتے ہیں۔

فرمایا"میں شب و روز اسی کے شغل میں زندگی گذارتا ہوں جس کی وجہ سے میری فکر بینائی میں تبدیل ہو گئی، پھر شمع بنی، پھر انبساط، پھر ہیبت، پھر میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ میری فکر ہمت بن گئی اور جب میری توجہ شفقت مخلوق کی طرف مبذول ہوئی تو میں نے اپنے سے زیادہ کسی کو بھی مخلوق کے حق میں شفیق نہیں پایا۔ اس وقت میری زبان سے نکلا کہ کاش مقام مخلوق کے بجائے صرف مجھے موت آجاتی اور تمام مخلوق کا حساب قیامت میں صرف مجھ سے لیا جاتا اور جو لوگ سزا کے مستحق ہوتے ہیں ان کے بدلے میں صرف مجھے عذاب دے دیا جاتا۔" (تذکرہ شیخ ابوالحسن خرقانی صفحہ ۷۲)

المختصر صوفیائے کرام کا منشور یہی ہے "سب کی خیر سب کا بھلا"۔

عالمی شہرت یافتہ، ہر دور میں اہل علم و اخلاص کی نگاہوں میں عزت کے مالک قطب عالم حضرت ابوالحسن خرقانی کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے۔

فرمایا کہ "ہر صبح علماء اپنے علم کی زیادتی اور زہاد اپنے زہد میں زیادتی طلب کرتے ہیں لیکن میں ہر صبح خدا سے وہی شئے طلب کرتا ہوں جس سے بھائیوں کو مسرت حاصل ہو سکے"۔ (تذکرہ شیخ ابوالحسن خرقانی صفحہ ۷۸)

خانقاہی نظام کی ایک جھلک طبقات اور تاریخ کی کتابوں کے ذریعے پیش کرنے کی ایک کوشش کی۔ لیکن ایسا نہیں کہ یہ سب ماضی کے قصے ہیں بلکہ بندگان خدا کی تسکین اور ان کی رہنمائی کے لیے ایسی خانقاہیں اور ان پر موجود روشن چراغ اب بھی موجود ہیں اور انشاءاللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک خدائے وحدہ ایسے مقدس وجود تخلیق فرماتے رہیں گے۔

میں اپنے آپ کو خوش نصیب تصور کرتا ہوں کہ جیسے ہی ہوش سنبھالا خود کو ایسی ہی ایک مقدس خانقاہ عالیہ کی جلوہ سامانیوں میں موجود پایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
گر نہ بخشد خدائے بخشندہ

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ دربار عالیہ اللہ آباد شریف کی معطر فضاؤں میں اس صدی کے مجدد، تمام سلسلوں کی نسبتوں کے کامل، خصوصاً سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم سالار، صوفیائے کرام کی پاکیزہ روایتوں کے امین، انسان سے تو

کیا جانوروں سے بھی پیار کرنے والے، زخمی دلوں پر مرہم رکھنے والے، مشفق و مہربان، سیدی و مرشدی حضرت خواجہ اللہ بخش المعروف سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہٗ کی دربار عالیہ اللہ آباد شریف پر میں نے متعدد بار مشاہدہ کیا کہ کئی آنے والے روتے ہوئے آئے، لیکن اللہ آباد کی فضاؤں میں جیسے ہی پہنچے، اپنے غم بھول گئے۔ خود کو منوں وزنوں میں ڈوبا ہوا محسوس کرنے والے خود کو ہلکا محسوس کرنے لگے۔ آنسو بہاتے ہوئے آئے اور ہنستے ہوئے لوٹے۔ آنے سے پہلے بھٹکے ہوئے تھے لیکن آپ کی صحبت کی برکت سے راہ راست پر گامزن ہو گئے۔ یہ میں لفاظی نہیں کر رہا، بلکہ ایسے ہزاروں لوگ آج بھی موجود ہیں جو نفرت کی چکی میں پس رہے تھے، یہاں تک کہ زندگی سے بھی تنگ آ چکے تھے، لیکن آستانہ عالیہ پر حاضری اور آپ کے دامن سے وابستگی کے بعد نہ صرف خود محبت کی مٹھاس سے لطف اندوز ہوئے بلکہ الفت کی شیرینی کو انسانیت میں بانٹنے کا ذریعہ بھی بن گئے۔

دل چاہتا ہے کہ اس موقع پر بطور تحدیث نعمت یا اظہار حقیقت اپنے شیخ کامل کی خانقاہ عالیہ کی برکات، آپ کے فیوض و برکات کی ایک جھلک، آپ کے فیض یافتاؤں کی زبانی بیان کردہ واقعات قارئین کی نظر کریں جن کو سن کر یا پڑھ کر نہ صرف آپ کی انسان دوستی کا منظر آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے بلکہ بے اختیار زبان پر یہ مصرعہ بھی آ جاتا ہے کہ

ع کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

اس عاجز کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب یہ عاجز چھوٹا تھا، میری عمر شاید ۱۳ سال ہو گی، ان دنوں ہر عید پر جملہ رشتہ دار خانواہن شہر میں اکٹھے مل جل کر عید کرتے تھے۔ ایسے مواقع پر اس عاجز کو حاجی عبدالخالق شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خانواہن بھیجتے تا کہ جملہ رشتہ داروں سے ملاقات ہو جائے اور حضرت قبلہ و کعبہ کی نیک خواہشات ان تک پہنچائی جائیں۔

رشتہ داروں کو تحفہ تحائف

تحفہ دینا سنت نبوی صلّی اللہ علیہ وسلم ہے "تہادوا تحابّوا" ایک دوسرے کو تحفہ دیا کرو اس سے محبت پیدا ہو گی۔ خصوصاً رشتہ داروں کو تحفہ دینا تو اور بھی باعث اجر عظیم ہے اور حصول باری تعالیٰ ہے۔ یہ عاجز جب بھی خانواہن جاتا تو کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور ساتھ لے جانے کا حکم فرماتے۔

رشتہ داروں کی مدد کرنا

حدیث شریف میں کامل مؤمن کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ضرورت مند کی حاجت خوش دلی سے پوری کرے۔ آپ اس سنت پر بھی پوری طرح کاربند رہتے۔ جب بھی کوئی رشتہ دار کسی مشکل وقت میں نقد رقم یا کسی اور قسم کی مدد کے لیے آپ کی خدمت میں آتا تو آپ بغیر حیل وحجت اس کا مطالبہ پورا فرماتے۔ اس عاجز کو اچھی طرح یاد ہے کہ آپ کے ایک رشتہ دار کو زمین خریدنے کے لیے نقد رقم درکار تھی۔ وہ آپ کے پاس آیا، حالانکہ اس وقت آپ کے پاس مطلوبہ رقم موجود نہیں تھی پھر بھی آپ نے ارشاد فرمایا دو دن بعد آکر لے جائیں۔ چنانچہ آپ نے وہ رقم اپنے ایک معتمد علیہ ساتھی سے ادھار لے کر اپنے عزیز کو عطا فرمائی۔

اپنا آبائی گھر رشتہ داروں کو عطا فرمادیا

آپ کا اپنا آبائی گھر خانواہن میں موجود تھا، وہ گھر آپ کے والد ماجد یا دادا رحمۃ اللہ علیہما نے تعمیر کروایا تھا۔ آپ کو اپنا وہ گھر بے حد عزیز تھا، کیونکہ آپ نے اس گھر میں اپنی پیاری نیک و صالح پارسا والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کے ساتھ بہت اچھے دن گزارے تھے۔ اس گھر سے آپ نے تبلیغ دین کی ابتداء کی، اس گھر میں آپ اپنے پیر و مرشد حضور پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دے کر لائے تھے اور وہ چند دن مسلسل اس میں قیام پذیر رہے۔ آپ اپنے اس گھر میں اکثر تشریف بھی لے جاتے جو کہ بہت اچھی حالت میں موجود تھا۔ آپ کے ایک رشتہ دار نے تمنا ظاہر کی کہ اپنا یہ گھر مجھے دے دیں۔ اس عاجز کو اچھی طرح یاد ہے کافی دن آپ اس بات پر غور فرماتے رہے۔ گھر میں بھی یہ تذکرہ رہا۔ بالآخر محض اللہ تعالیٰ کی رضا طلبی اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تابعداری کرتے ہوئے آپ نے اپنا وہ گھر بغیر معاوضہ لیے اپنے رشتہ دار کو دے دیا اور بعد میں کبھی اس کا تذکرہ بھی نہ فرمایا کہ ہم نے ایسا کیا۔ جب کہ اس موقع پر بہت سے رشتہ داروں نے آپ کو منع کیا کہ ایسا مت کریں، یہ گھر بہت قیمتی ہے آپ اپنے پاس رکھیں۔

مخلوقِ خدا سے محبت

حضور جامشورو ہسپتال میں زیر علاج تھے، قریب ہی دوسرے کمرے میں کوئی دوسرا مریض تھا، اچانک ایک رات اس کمرے سے کراہنے اور رونے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ تھوڑی دیر میں وہاں سے ایک آدمی آیا اور عرض کی

یا حضرت مریض سخت تکلیف میں مبتلا ہے، ڈیوٹی پر کوئی ڈاکٹر بھی نہیں ہے، مہربانی فرما کر آپ چلیں اور مریض کے لیے دعا فرمائیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ مجھے سہارا دے کر اٹھائیں، نہ معلوم کتنی دیر سے وہ بیچارہ تکلیف میں ہے، ہم اس کے پاس جائیں گے۔ حالانکہ اس وقت حضور کا تازہ آپریشن ہوا تھا اور آپ کو چلنے پھرنے کی اجازت نہ تھی۔ ڈاکٹر عبداللطیف صاحب جو وہاں موجود تھے، انہوں نے اس آدمی کو سمجھایا کہ حضور کا آپریشن ہوا ہے اور آپ کو ڈاکٹروں نے اٹھنے سے منع کیا ہے۔ لہٰذا آپ حضرت صاحب کو چلنے کی تکلیف نہ دیں۔ مگر حضور دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ان کے سہارے مریض کے پاس پہنچے۔ اس وقت حضور قبلہ عالم کی حالت یہ تھی کہ آپ کے پاؤں مبارک زمین سے گھسٹتے آرہے تھے، جسم پر لرزہ طاری تھا۔ آپ نے مریض کے پاس پہنچ کر دعا فرمائی اور واپس اپنے کمرے میں تشریف فرما ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد وہی آدمی پھر حاضر ہوا اور بتایا اب مریض کی حالت بہتر ہے۔

خواتین کے حقوق کا پاس

آج کے دور میں بعض ان پڑھ، دیہاتی اور ناسمجھ لوگ تو عورت کو پاؤں کی جوتی کے برابر سمجھتے ہیں اور حقارت آمیز سلوک روا رکھتے ہیں۔ جیسا کہ شوہر کی جگہ پر یا ساتھ نہیں بیٹھ سکتی، عورت کا جھوٹا پینے سے کتراتے ہیں، بڑے دکھ کی بات ہے کہ اس طرح کی خرابیاں نیک و صالح لوگوں میں بھی موجود ہیں، حالانکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بعام تناول فرماتے تھے اور بوٹی پہلے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تناول فرماتیں اور وہی بوٹی بے حد محبت اور شوق سے آپ لے لیتے اور اسی جگہ سے تناول فرماتے ہیں جہاں سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے استعمال کی ہوتی، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اس سنت نبویہ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر جو کہ آج تقریباً متروک ہو چکی ہے سیدی مرشدی قلبی وکعبتی حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ خود بھی عمل کرتے رہے اور جماعت اہل ذکر کو بھی اس پر عمل کرنے کا حکم دیتے۔

وہ دن بھی عجیب خوبصورت دن تھے جب آپ فقراء کے درمیان نصیحت فرماتے ہوئے ایسی احادیث تفصیل سے بیان فرماتے اور حقوق العباد خصوصاً اہل خانہ کے حقوق ادا کرنے پر زور دیتے۔ ایک مرتبہ حلقہ ذکر کے بعد جملہ خلفاء اور فقراء سے دریافت فرمایا کہ آج رات تم میں سے کس کس نے اپنی بیوی کے ساتھ مل کر کھانا کھایا ہے۔ شاید کوئی بھی نہیں اٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ خلفاء اس کو کسر شان سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے بزرگ ہیں، لوگ ہماری بڑی تعظیم کرتے ہیں،

باہر ہمارے ہاتھ پاؤں چومے جاتے ہیں، علامہ مولانا کے القاب سے پکارا جاتا ہے، اب ہم اگر بیوی کے ساتھ بلا تکلف رہیں گے اور اس کے ساتھ کھانا کھائیں گے یا کام میں ہاتھ بٹائیں گے ہماری شان کم ہو جائے گی۔ آپ نے اس کو تکبر سے تعبیر فرمایا اور حکم دیا کہ جملہ جماعت اہالیان اللہ آباد اپنی بیویوں کے ساتھ مل کر کھانا کھائیں، کل بعد نماز فجر پوچھا جائے گا۔ اور پھر دوسرے دن صبح آپ نے باقاعدہ حاضری لی اور تقریباً سب خلفاء و فقراء نے اس سنت پر عمل کیا تھا۔ سبحان اللہ کیا آپ کا انداز تربیت تھا اور کس عمدگی سے ایسی سنتوں پر بھی عمل کرتے اور متعلقین سے بھی عمل کراتے جن سے بڑے بڑے عالم بھی لاپرواہ ہیں۔

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک

حدیث مبارکہ کے مطابق کہ جب سالن پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈالو تاکہ شوربہ زیادہ بنے اور اس سالن میں سے اپنے پڑوسیوں کو بھی پیش کرو، آپ ہمیشہ اپنے پڑوسیوں کو کھانے میں حصہ بھیجتے رہے، خصوصاً اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھتے جب کہ وہ پڑوس میں بھی ہوں تو ان کا حق اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس معاملے میں حد درجہ احتیاط کرتے کہ مبادا ہمارے کسی رویہ سے ہمارے پڑوسی کی دل آزاری ہو۔

یتیموں کے ساتھ شفقت اور محبت

درگاہ اللہ آباد شریف میں ایک پرانے فقیر (متوفی) کی بچی جو کہ شادی شدہ بھی تھی اور صاحب اولاد بھی، اپنے ماموں کے لڑکے سے اس کا بیاہ ہوا تھا۔ اس کی ماں نے اپنے شوہر کی وفات کے بعد شادی نہیں کی بلکہ اپنے بچوں کی پرورش میں لگی رہی حتیٰ کہ اس کی سب بچیوں کی شادیاں ہو گئیں۔ اس بیوہ عورت کو نرینہ اولاد بھی نہیں تھی۔ آخر کار اس کے بھائیوں نے اس کی رضامندی سے شادی کرادی۔ اس کی شادی شدہ بچی اپنی ماں کی شادی پر بہت روئی غمگین ہوئی کہ اب ہماری ماں بھی ہمیں بھلا دے گی۔ باپ تو پہلے ہی وفات پاچکا ہے۔ جب یہ خبر حضرت قبلہ و کعبہ سیدی مرشدی و سیلتی فی الدارین تک پہنچی تو آپ نے اس بچی کو بلوایا اور گھر والوں کے ذریعے پیغام بھیجا کہ تجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے، تو ہمیں اپنے والد کی طرح سمجھ، ہمارے گھر کو اپنا میکا جان۔ آپ نے اسی روز اس یتیم بچی کو گھی آٹا وغیرہ کے ساتھ کپڑے شاید نقد رقم بھی عطا فرمائی۔ آپ ہمیشہ اس یتیم بچی کا خیال رکھتے اور امداد فرماتے تھے۔

جب بھی آپ کو معلوم ہوتا کہ کسی بچے کے والدین میں سے کوئی ایک وفات پا گیا ہے تو اس بچے کو اپنے گھر بلواتے، اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھتے۔ (جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرنے سے اس کے سر پر جتنے بال ہیں اللہ تعالیٰ اتنے گناہ معاف فرمائے گا) اسے رقم، لباس اور بعام کی صورت میں عطا فرماتے۔ قاری غلام حسین صاحب کی اہلیہ بہت نیک، صالح، پارسا خاتون اور تہجد کی بہت پابند تھیں، اس کی وفات ہو گئی جب کہ قاری صاحب کا فرزند (محمد حسین) جو اس وقت الحمد اللہ عالم دین اور مبلغ ہے، بہت چھوٹا تھا۔ آپ نے محمد حسین کو اپنے گھر بلوایا اور اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا اور دعائیں دیں۔

ہمارے نانا محترم سید نصیر الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ان بچیوں کو بہت شفقت اور پیار سے نوازا۔ اکثر و بیشتر ان بچیوں کا اور نانا صاحب کی تینوں بیویوں کی ضروریات کا خیال رکھتے رہے۔ ان کو اپنے خاندان کے افراد کی طرح سمجھتے اور چاہتے تھے۔

اپنے مرشد مربی قطب دوران حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے اسوہ حسنہ اور صفات کریمانہ کو تحریر کرتے ہوئے دل تڑپ رہا ہے، رو رہا ہے کہ ہم نے آپ کے اسوۂ مبارکہ جو کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے عین مطابق تھا، کو چھوڑ دیا ہے۔ یارب العالمین ہمیں اور ہماری اولاد و علماء، طلباء و فقراء کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی کامل توفیق عطا فرما۔ آمین۔

چیونٹی جیسی کمزور مخلوق کا بھی خیال کرتے تھے

مولانا محمد حسن اوٹھو صاحب بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نوابشاہ گھر والوں کے علاج کے سلسلے میں تشریف لائے۔ تقریباً آپ کا ۱۰ دن قیام رہا۔ روزانہ بعد نماز عصر حضرت صاحب تفریح کے لیے قاضی احمد موڑ سے گورنمنٹ کالج روڈ پر چہل قدمی کرتے ہوئے چلتے چلتے گورنمنٹ کالج کے سامنے فٹ پاتھ پر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتے تھے۔ جب آپ اٹھ کر واپس ہوتے تو اس عاجز کو فرماتے دیکھو کپڑے پر کوئی چیونٹی تو نہیں۔ یہ عاجز دیکھتا تھا، اگر کوئی چیونٹی ہوتی تو اسے اسی جگہ جھاڑ کر واپس چلتے تھے۔ اگر کبھی کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد کوئی چیونٹی نظر آتی تو اس کو واپس اسی جگہ چھوڑنے کے لیے تشریف لے جاتے۔ اس بات سے آپ کا مخلوق علی اللہ سے تعلق

اور محبت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ کا یہ عمل مبارک حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ کے واقعہ کی یاد دلاتا ہے۔ کہتے ہیں ایک بار شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ کسی گاؤں سے گندم خرید کر گھر لائے۔ جب گٹھڑی سر سے اتار کر نیچے رکھی اور کھولی تو اس میں ایک چیونٹی کو چلتے دیکھا۔ یہ دیکھ کر سخت پریشان ہو گئے۔ آپ نے دوبارہ گٹھڑی کو باندھ کر سر پر رکھا اور مذکورہ گاؤں میں دوبارہ تشریف لے گئے جہاں سے گندم خریدی تھی۔ وہاں پہنچے، گٹھڑی کھول کر وہاں رکھی، جب چیونٹی اپنی مرضی سے گندم سے نکل کر فرش پر چلی گئی تو آپ نے پھر گٹھڑی کو باندھا اور گندم گھر لے کے آئے۔

غیر مسلموں کی سوہنا سائیں سے محبت

حضور سوہنا سائیں کا آبائی گاؤں خانواہن ہے۔ حضور سوہنا سائیں رحمۃاللہ علیہ کی اتنی نیک، فقیرانہ چال چلن، ایسا عظیم خلق و محبت سے پیش آنا، اتنی شفیقانہ طبیعت، پرہیزگاری، تقویٰ اور شریعت کی پابندی تھی کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ گھر سے مسجد میں جاتے ہوئے گلی سے گذرتے تو سر پر چادر (جو کہ بعد میں زندگی بھر عموماً ہم نے دیکھی) سے پورا سر ڈھانپ کر نظریں نیچی کر کے ایسے گذر جاتے تھے کہ جیسے کوئی سفید لباس میں ملبوس فرشتہ خدا کے ذکر میں مشغول دلوں کو سرشار کرتا ہوا جاتا ہے۔ ان کی اس حسین سیرت پر مسلمان تو کیا غیر مسلم ہندو بھی واری واری جاتے۔ سوہنا سائیں نے جب خانواہن سے دین پور ہجرت کا ارادہ فرمایا تو مسلمانوں نے بڑی عرض گذارشات کیں کہ خدارا ہمیں اکیلا کر کے نہ جائیں۔ مسلمانوں کی محبت کا یہ حال تھا، جب کہ وہاں رہنے والے ہندو مذہب کے افراد اپنے گلے میں کپڑا ڈالے ہوئے آپ کے گھر پر آئے۔ بڑی معافیاں طلب کیں اور عرض کیا کہ ہم سے ایسی کونسی غلطی ہو گئی ہے جو آپ ہمیں چھوڑ کے جا رہے ہیں۔ خدا کے لیے یہیں رہیں اور ہمیں یتیم کر کے نہ جائیں۔ سوہنا سائیں رحمۃاللہ علیہ نے انہیں اپنی ہجرت کے اسباب بتائے، مگر پھر بھی وہ بضد رہے اور مسلسل روتے رہے۔ حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ جس دن حضور سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ خانواہن سے وداع ہوئے اس دن خانواہن کے باسیوں کا یوں حال تھا جیسے کوئی میت ہو گئی ہو۔

ان چند واقعات سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ آپ کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی محبت، اور سچے سردار سرکار مدینہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، خلق خدا پر شفقت اور بندگان خدا سے محبت میں گذری۔ ہم ظاہر بینوں کے سامنے آپ

کی شخصیت کا صرف یہی رخ ہے کہ آپ طالب مولیٰ اور عاشق مصطفی صلّی اللہ علیہ وسلم تھے، لیکن حقیقت میں آپ مطلوب ومعشوق تھے جیسا کہ شاہ عبداللطیف بھٹائی اس سلسلے میں فرماتے ہیں

عاشق سي چئجن، جن تي عاشق پاڻ ٿيو،
اهڙي رنگ رچن، سي عاشق معشوق ٿيا.

اس شعر میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب راز سے پردہ اٹھایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سچا عاشق وہی ہے جس پر معشوق بھی ایک دن عاشق ہو جائے۔ یہ بلکل اسی طرح ہے کہ عاشق اپنے محبوب یعنی اللہ تعالیٰ کے محبوب (سرکار مدینہ صلّی اللہ علیہ وسلم) کے رنگ ڈھنگ کو اختیار کرے، بالکل وہی ادائیں اور ناز انداز اپنائے جس کے بدولت اس سچے عاشق پر محبوب ایک دن خود فدا ہو جائے گا۔ اس شعر کے دوسرے مصرعے میں رنگ کا ذکر کیا ہے۔ یعنی عاشق خود کو اسی رنگ میں رنگنے کے بعد ہی معشوق اور محبوب بنتا ہے۔

دوستو یہ رنگ محمد مصطفی صلّی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا رنگ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ" فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ یعنی لوگو! اگر تم اپنے دعوائے محبت میں سچے ہو تو میری محبت کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ سرکار مدینہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی کرو۔ یہ فریب کاری اور دھوکے کا زمانہ ہے۔ لوگوں سے انسانیت کا جوہر نکل گیا ہے، انسان سے انس کافور ہو گیا ہے۔ آج انسان انسان کے خون کا پیاسا ہے۔ حیوان اپنے ہم جنسوں کو چیر پھاڑ کر نہیں کھاتے۔ لیکن افسوس انسان انسان کا شکاری بن گیا ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

آدمين اخلاص، متائي مانو ڪيو،
هاٽي ڪائي سيڪو، ماڻهوءَ سندو ماس.

ہوس نے کر دیا ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا۔

کاش انسان انسانیت کے مقام کو پہچان کر ایک دوسرے پر ظلم و ستم کرنا چھوڑ دے۔ اپنے حقوق کے ساتھ دوسرے کے حقوق کا تحفظ کرے۔ قبیلہ، قوم، ذات، فرقہ، مذہب کے فرق کے بغیر ہر انسان دوسرے انسان سے اخوت پیدا کرے۔

ایسے اندوہناک حالات میں کامل اولیاء کا وجود انسانیت کی بقاء کی علامت ہے اور عذاب الٰہی سے اس فانی دنیا میں بچنے کا باعث اور سبب ہے۔ سفید پوشی کا بھرم قائم کرنے سے انسان کامل نہیں بن جاتا۔ اس سلسلے میں محبت کے ساتھ ساتھ اطاعت خداوندی اور عشق کے ساتھ اتباع رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم اور بغیر کسی فرق وامتیاز کے ہر انسان کے ساتھ محبت کرنا ضروری ہے۔ بیشک یہ تمام اوصاف میرے مرشد و مربی میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم کے بیان و شکر کے لیے الفاظ نہیں ملتے کہ جس نے ہمیں ایسے محبوب کی نسبت سے نوازا کہ تن من قربان کر کے بھی اس محبوب کا حق ادا کر سکیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ایسے انمول انسان جن پر بنی نوع انسانی کو فخر ہے، ایسے عاشق جن کے صدق کے طفیل یہ دنیا قائم ہے، ایسے فانی فی اللہ و باقی باللہ جن کی زندگی شمع ہدایت، جن کی زندگی دنیا بھر کی زندگی، جن کی ہمت و حوصلے پر اہل اسلام کو فخر، جن کی قربانی قرآن مجید کی ترجمانی، جن کی حیاتی ابدی حیاتی، جو قیامت تک نہ ختم ہونے والی حیاتی ہے۔

مرٽا اڳي جي مئا، سي مري ٿيا نہ مات،
ھوندا سي حيات، جيئٽا اڳي جي جيا.

ظاہری طور پر آج ہماری نظروں سے پوشیدہ اس فانی جہاں میں ہم سے دور، ہمیں داغ مفارقت کا دکھ دے کر خود مالک حقیقی کے حضور بہشت کی لذات سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ لیکن آج بھی میرے حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ العزیز کی دربار عالیہ پر فیوض و برکات کا دریا اسی طغیانی سے بہہ رہا ہے۔ آپ کے آستانہ عالیہ اللہ آباد شریف کی دلکشی اور رنگینی نہ صرف قائم ہے بلکہ اس کی جاذبیت اور دل ربائی روز بروز افزوں ہے۔ آپ کی خانقاہ عالیہ پر آج بھی

محبت کا سودا لینے والے پوری دنیا سے آتے ہیں اور بامراد ہو کر جاتے ہیں۔ میرے پیر کے آستانہ عالیہ پر حاضری دینے والوں میں دن بدن اضافہ ہے اور یہ مختلف قوموں، مختلف ملکوں مختلف مذہبوں اور مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔

زیر نظر مجموعہ کے متعلق چند گذارشات

میرے پیر کی دربار پر آنے والے معزز کرم فرماؤں اور راہ سلوک کے مبتدیوں کے لیے دوستوں کے اصرار پر یہ چند معروضات پیش خدمت ہیں، اس امید کے ساتھ کہ خود بھی پڑھیں گے، گھر میں اپنے گھر والوں اور بچوں کو بھی سنائیں اور پڑھنے کی تلقین کریں۔ لیکن اس کے لیے گھر میں دوستانہ ماحول پیدا کریں اور بچوں خصوصاً بچیوں کی تعلیم اور تربیت کا خاص خیال رکھیں۔

- دوستوں کی محفل اور حلقہ ذکر وغیرہ کے بعد یا پہلے فقیروں کی محفل میں پڑھ کر سنائیں۔

- راہ سلوک میں قدم رکھنے والے اس سے ضرور استفادہ کریں اور سنیں لیکن یہ ذہنوں میں ضرور رہے کہ فرائض و واجبات اور ادائیگی عبادات کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا پورا پورا خیال رکھیں، اس میں کوتاہی نہ ہونے پائے۔ لیکن یہ اس وقت آسان ہو گا جب آپ اپنے مشائخ کی طرح مخلوق خدا سے بلا تفریق محبت کریں۔ یہ حدیث مبارکہ ہمیشہ ذہن میں رہے کہ "الخلق عیال اللہ" کے حکم میں تمام مذاہب کے لوگ شامل ہیں۔ جس طرح آپ کو اپنا کنبہ پیارا ہے اسی طرح اللہ عزوجل کو بھی اپنا کنبہ پیارا ہے۔ برے بھلے سب اسی کے ہیں۔ اس طرح کی سوچ و فکر اپنانے سے آپ آسانی سے حسن سلوک کا مظاہرہ کر سکیں گے۔

آخر میں یہ وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ تمام معروضات مشائخ کی معتبر اور مسلم کتابوں سے چن کر آپ تک پہنچانے کی ادنی سی کوشش کی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اگر ہم نے اپنے مشائخ کی تعلیمات قدسیہ کو سمجھا اور ان پر عمل پیرا ہوئے تو ضرور ایک دن آئے گا کہ دوست کا (حقیقی دوست اللہ جل جلالہ) دیدار نصیب ہو گا اور دل جلوہ گاہ دوست بنے گا۔

رب کائنات کے حضور دست بدعا ہیں کہ مشائخ کرام خصوصا اپنے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس حقیر کاوش کو قبول فرمائے، لغزشوں کو معاف فرمائے، اپنے کرم سے مخلوق کو اس سے فائدہ پہنچائے۔

رَبِّ أَوْزِعْنِی أَنْ أَشْکُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِی أَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلَیٰ وَالِدَیَّ وَ أَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَ أَدْخِلْنِی بِرَحْمَتِكَ فِی عِبَادِكَ الصَّالِحِین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ سیدنا ومولٰنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ وبارك وسلم

محمد طاہر عباسی بخشی نقشبندی
آستانہ عالیہ اللہ آباد شریف
۲۸ شوال المکرم ۱۴۲۸ ہجری
بمطابق ۱۰ نومبر ۲۰۰۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصوف وطریقت

ضرورتِ تصوّف

بنیادی طور پر نفس انسان کو نیک کاموں سے روکتا اور برائیوں پر اکساتا ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْۤءِ اِلَّامَارَحِمَ رَبِّیْ (بے شک نفس برائی کا حکم دیتا ہے مگر جس پر میرے رب نے رحم فرمایا)۔ بلاشبہ نفس انسان کو جھوٹ، فریب، حسد، دھوکہ دہی، قتل وغارت گری جیسی برائیوں پر آمادہ کرتا ہے، اور جو انسان اسکا کہامانتا ہے وہ عنداللہ ناکام و نامراد ہو جاتا ہے۔ جبکہ وہ خوش قسمت انسان ہے جو اسکا کہا نہیں مانتا، بلکہ نفس کو اپنے زیر کرلیتا ہے اور تمام اخلاقی آلائشوں سے پاک رہتا ہے اور احکام الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔ اس طرح وہ کامیاب وکامران ہو جاتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا○ (بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے نفس کو پاک کیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملادیا)۔

نفسانی عیوب: عیب تین قسم کے ہیں۔ 1۔ بدعقائد 2۔ بداعمال 3۔ غفلت۔ ان ہی پر انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے۔ تصوف وسلوک کے ذریعے ایک سالک ان عیبوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں ہمارے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا مدار تین چیزوں پر ہے۔ اول اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدوں پر پختہ ہونا، دوم دوام حضور، سوم عبادت۔ جس کسی نے ان تینوں میں سے ایک میں بھی کوتاہی کی تو وہ ہمارے طریقہ عالیہ سے نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ عزت دیکر پھر ذلیل نہ کرے اور قبول کرکے رد نہ کرے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

مقصود از سلوکِ طریقِ صوفیہ حصولِ از یادِ یقین است بمعتقداتِ شرعیہ کہ حقیقت ایمان است و نیز حصولِ سیر است در احکامِ فقہیہ نہ امر دیگر ورائے آں۔

ترجمہ: صوفیاء کے طریقہ پر چلنے کا مقصد یہ ہے کہ شریعت کے عقائد پر یقین میں اضافہ ہو جو کہ ایمان کی حقیقت ہے، ساتھ ہی فقہی احکام یعنی نماز روزہ وغیرہ ادا کرنے میں آسانی پیدا ہو (اسلئے کہ شیخ کامل کی صحبت کی برکت سے اعمال صالحہ کا شوق پیدا ہوتا ہے) اسکے علاوہ کوئی اور مقصد نہیں۔

اسی موضوع پر مولانا عبدالماجد دریاآبادی لکھتے ہیں: ان حضرات کے نزدیک تصوف کا مفہوم محض اس قدر تھا کہ اتباع کتاب وسنت میں انتہائی سعی کی جائے، اسوۂ رسول صلّی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دلیلِ راہ رکھا جائے اور اوامر و نواہی کی تعمیل کی جائے، طاعات و عبادات کو مقصودِ حیات سمجھا جائے، قلب کو محبت و تعلق ماسواسے الگ کیا جائے، نفس کو خشیت الٰہی سے مغلوب کیا جائے اور صفائی معاملات و تزکیۂ باطن میں جہد و سعی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے پائے۔

برصغیر پاک وہند کے مشہور عالم و عارف حضرت الحاج فقیر اللہ علوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ جن کی بین الاقوامی شہرت یافتہ کتاب ''قطب الارشاد'' کے متعلق ولی کامل مرشدی حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتاب حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کی مشہور و معروف کتاب احیاء علوم الدین کے پائے کی کتاب ہے، کتابِ مذکور کے صفحہ نمبر 532 میں فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْعُلَمَآءَ مِنَ الْمُتَكَلِّمِيْنَ وَالْفُقَهَاءِ وَالْمُحدِّثِيْنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ وَالصُّوفِيَةَ الْوُجُوْدِيَةَ وَالشُّهُوْدِيَةَ اَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّ طَرِيْقَ الصُّوفِيَةِ اَصْوَبُ الطُّرُقِ اِلَی اللهِ دَائِرٍ عَلَی الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ خَالٍ عَنِ البِدَعِ وَالضَّلَالِ۔

بلاشبہ علماء متکلمین، فقہاء، محدثین، مجتہدین، صوفیاء کرام خواہ توحید وجودی کے قائل ہوں یا توحیدِ شہودی کے قائل، سبھی کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ صوفیاء کرام کا طریقہ بارگاہ الٰہی تک پہنچنے کا درست ترین طریقہ ہے جو کہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔ گمراہی اور بدعتوں سے خالی ہے۔

اسی صفحہ میں اپنے دعویٰ کے ثبوت میں حضرت الحاج فقیر اللہ علوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب المُنْقِذُ مِنَ الضَّلَالِ میں مذکور آپ بیتی ان ہی کی زبانی نقل کی ہے۔

عَلِمْتُ يَقِيْنًا اَنَّ الصُّوْفِيَةَ هُمُ السَّالِكُوْنَ لِطَرِيْقِ اللهِ خَاصَّةً وَاَنَّ سِيْرَتَهُمْ اَحْسَنُ السِّيَرِ وطَرِيْقَهُمْ اَصْوَبُ الطُّرُقِ وَاَخْلَاقَهُمْ اَزْكَى الْاَخْلَاقِ فَاِنَّ حَرَكَاتَهُمْ وَسَكَنَاتَهُمْ فِيْ ظَاهِرِهِمْ وَبَاطِنِهِمْ مُقْتَبِسَةٌ مِنْ مِشْكٰوةِ النُّبُوَّةِ وَلَيْسَ وَرَاءَ النُّبُوَّةِ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ نُوْرٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ۔	میں نے یقین سے جان لیا ہے کہ بلاشبہ صوفیاء کرام ہی خدا تعالیٰ کے راستے پر گامزن ہیں اور ان کی سیرت احسن سیرت ہے اور انکا طریقہ تمام دوسرے طریقوں سے بہتر طریقہ ہے اور انکے اخلاق تمام اخلاق میں عمدہ ہیں اور انکے حرکات و سکنات ظاہر میں اور باطن میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اطہر سے اخذ کیے ہوئے ہیں اور ظاہر ہے کہ روئے زمین پر نورِ نبوت صلّی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی نور ہے ہی نہیں جس سے روشنی حاصل کی جاسکے۔

جیسا کہ حضرت علوی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا کہ تصوف و طریقت قربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں، کوئی اور منزلِ مقصود نہیں ہے۔ سالک کی آخری منزل معرفت اور قربِ خداوندی ہے جس کے حصول کے لیے صوفیائے کرام نے مختلف ادوار و اوقات میں مختلف ذرائع و اسباب سے استفادہ کیا ہے، اختصار کے پیشِ نظر ہم یہاں صرف وہ اصول و ضوابط تحریر کریں گے جو ہمارے مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں معمول و مروج ہیں۔

ضرورتِ مرشدِ کامل

مرشد کامل جو عالم ربانی ہی ہوتا ہے، کی صحبت اور تربیت کیوں ضروری ہے اس موضوع پر حضرت امام ربانی مجدّد و منوّر الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

مخدوما مقصدِ اقصیٰ و مطلبِ اسنیٰ وصول بجنابِ قدسِ خداوند است جلّ سلطانہ لیکن چوں طالب در ابتدا بواسطۂ تعلقاتِ شتّٰی	اے محترم! انسانی زندگی کا مقصد اعلیٰ بارگاہ قدس میں ہی پہنچنا ہے، لیکن چونکہ مرید شروع میں بہت سے تعلقات سے وابستہ ہونے کی وجہ سے انتہائی میلے پن اور پستی میں ہوتا ہے، جبکہ ذات

در کمال تدنّس و تنزّل است و جنابِ قدسِ او تعالیٰ در نہایت تنزّہ و ترفّع و مناسبتے کہ سبب افاضہ و استفاضہ است درمیانِ مطلوب و طالب مسلوب است لاجرم از پیرِ راہ دان، راہ بین چارہ نبود کہ برزخ بود و از ہر دو طرف حظِّ وافر دارد تا واسطۂ وصول طالب بامطلوب گردد۔	باری تعالیٰ انتہائی پاکیزہ اور بہت بلند ہے۔ اس لیے فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کے لیے طالب اور مطلوب کے درمیان جو مناسبت چاہیے وہ موجود نہیں، للہٰذا اسکے راستہ سے باخبر اور راستہ کو صحیح دیکھنے والے پیرِ کامل کے سوا کوئی چارہ نہیں جو درمیان میں واسطہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے قرب اور عام انسانوں سے رابطہ رکھتا ہو تاکہ وہ مطلوب کے ساتھ طالب کے وصول کا ذریعہ بنے۔

(مکتوب ۱۶۹ دفتر اول حصہ سوم)

علامات مرشد کامل

تصوف و طریقت کے ضمن میں تو شیخِ کامل کی علامات کا ذکر اجمالاً ہوا، تاہم یہاں مزید وضاحت سے مرشد کامل کی علامات بیان کی جاتی ہیں تاکہ کوئی لاعلم نووارد شخص پیر و مرشد کے نام پر کسی رسمی پیر کے ہتھے نہ چڑھ جائے، جس سے اسے بجائے فائدہ کے نقصان ہو۔ اس اہم موضوع پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور شیخ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہٗ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

ولی کی پہلی علامت یہ ہے کہ عقائد کے لحاظ سے مکمل سنی ہو، بالفاظہ علامتِ ولی آن است کہ اولاً بر اعتقاد اہل سنت و جماعۃ معتقد و راسخ باشد۔

ترجمہ: ولی کی علامت یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ اہل سنۃ والجماعۃ کے پختہ عقائد رکھتا ہو۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے بھی خواجہ جمال الدین حسین علیہ الرحمۃ کے نام تحریر کردہ اپنے مکتوب میں مرضیات حق جلّ تعالیٰ سبحانہٗ یعنی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ امور میں عقائد اہل السنۃ کو سرِ فہرست ذکر کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا۔

اولاً تصحیح عقائد بمقتضائے آرائے صائبہ اہل السنۃ وجماعۃ شَکَرَ اللّٰہ تعَالٰی سَعْیَھُمْ لازم داند، ثانیاً عمل بموجب احکام شرعیہ فقہیہ وثالثاً سلوک طریقہ عالیہ صوفیہ قدس اللہ تعالٰی اسرارہم وَ مَنْ وُفِّقَ لِھٰذَا فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْ ھٰذَا فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا

(مکتوب ۷۷ دفتر اول حصہ سوم)

سب سے پہلے اپنے عقائد اہل سنت والجماعت کے مطابق بنانے کو ضروری سمجھیں۔ دوسرا شرعی فقہی احکام کے مطابق عمل کریں۔ تیسرا صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلیں۔ جس شخص کو بھی ان کاموں کی توفیق حاصل ہوئی اسے بڑی کامیابی حاصل ہوگئی اور جو اس سے محروم رہا وہ بڑے خسارے میں مبتلا ہوگیا۔

حضرت حاجی دوست محمد قندھاری علیہ الرحمۃ نے امر ثالث کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

مقامات عشرہ صوفیہ علیہم الرحمۃ چنانچہ توبہ وانابۃ وزہد و ورع وصبر وشکر وتوکل وتسلیم ورضا اجمالاً یا تفصیلاً حاصل نمودہ باشد و ایضا صحبتِ اورا اثرے وتاثیرے باشد کہ محبتِ دنیا واہل دنیا بر دل ہم نشینان او سر شود و غفلت از ہم صحبتانِ وے بر طرف گردد، وہمان ولی مذکور خود را از جمیع مخلوقات کم تر وبد تر داند نہ آنکہ ثنائے خود بزبان خود کند و باخلاق حمیدہ واوصاف پسندیدہ از تواضع وعلم وتحمل و بردباری ومروت وفتوت وسخاوت وتازہ روئی ونیک خلقی و راستی وعجز ونیاز وکم آزاری وپرہیزگاری از حرام ومشتبہ و مکروہ موصوف باشد۔

الغرض باتیان تمامی اعمال خیر آراستہ باشد و در جمیع امور باخلاق سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلم متخلق بود، پس صحبت ایں چنیں شخص نعمتے است عظمٰی ودولتے است کبریٰ۔

صوفیاء کرام کے بیان کردہ مقامات عشرہ: توبہ یعنی رجوع الی اللہ، زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی، پرہیزگاری، صبر وشکر، توکل، تسلیم ورضا اجمالاً یا تفصیلاً حاصل کرچکا ہو، نیز اس کی صحبت میں یہ تاثیر ہو کہ جو اس کی ہم نشینی اختیار کرے اس کا دل دنیا اور دنیا داروں سے لاتعلق ہو جائے اور اسکے ہم نشینوں کے دلوں سے غفلت دور ہو جائے، نیز وہ بزرگ اپنے آپ کو جمیع مخلوقات سے کم تر بلکہ بدتر جانتا ہو۔ اپنی تعریف خود نہ کرے اور وہ اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ مثلاً تواضع، علم، برداشت و بردباری، مروت و سخاوت اور خندہ پیشانی، خوش خلقی، سچائی، عجز وانکساری، سے موصوف ہو۔ دل آزاری سے حتی الوسعۃ دور رہتا ہو۔ حرام مشتبہ اور مکروہ سے پرہیز جیسے اوصاف سے موصوف ہو۔ غرضیکہ وہ تمام اچھے اعمال سے آراستہ ہو اور تمام امور میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے متخلق ہو۔ پھر ایسے شخص کی

(مکتوب 19 صفحہ نمبر) | صحبت نعمۃ عظمیٰ ہے اور بہت بڑی دولت۔

کامل ولی کی اہم علامات

قرآن و سنت کا عالم ہو، گو کسی مدرسہ سے فارغ التحصیل عالم نہ ہو لیکن بقدر ضرورت قرآن مجید کے معانی اور کسی حد تک احادیث مبارکہ جانتا ہو۔ فقہی مسائل سے پوری طرح واقف ہو۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ پیر و مرشد کا اصل منصب ہی یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کا امر کرے جن کا شریعت نے حکم دیا ہے مثلاً نماز، روزہ، صبر و شکر، قناعت، توکل و تقویٰ کی تلقین کرے اور جن امور سے قرآن و حدیث نے روکا ہے مثلاً جھوٹ، غیبت چوری وغیرہ ان سے لوگوں کو روکے اور یہ تب ہی ممکن ہو گا جب وہ خود ان چیزوں سے باخبر ہو گا، ورنہ ''آنکس کہ خود گم است کرا رہبری کند'' کہ جو خود راستہ سے بھٹکا ہوا ہو وہ کسی اور کو کیا راستہ دکھائیگا۔ اور اس کے ساتھ مریدین کی تربیت حسنِ اخلاق و محبت سے کرے۔ ارشاد الٰہی ہے ''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ''

متقی و پرہیز گار ہو یعنی کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہو اور صغیرہ گناہ اگر اتفاقاً سرزد ہو جائے تو اس پر اصرار نہ کرے، جلدی سے توبہ و رجوع الی اللہ کرے۔ دنیا سے زیادہ آخرت کی فکر رکھتا ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیوی کام کاج ہی نہ کرتا ہو، جائز و حلال طریقہ پر جتنا چاہے دنیوی کام بے شک کرے لیکن اسکی وجہ سے آخرت کے معاملہ میں کوتاہی نہ کرتا ہو۔ اعمال صالحہ شوق سے کرتا ہو اور دل سے ہمہ وقت متوجہ الی اللہ رہتا ہو، خواہ بظاہر کتنا ہی وقت دنیوی کاموں میں مصروف رہتا ہو۔ کسی شیخ کامل کی صحبت ادب و محبت سے اختیار کی ہو اور اس سے باطنی نور حاصل کیا ہو۔ یہ اس لیے لازم ہے کہ قدیم سے سنۃ الٰہیہ ہے کہ ''اِنَّ الرَّجُلَ لَا یَصْلَحُ اِلَّا اِذَا رَءَ الْمُصْلَحِیْنَ'' کہ نیک لوگوں کو دیکھ کر ہی کوئی آدمی فلاح پاسکتا ہے۔ یہ بعینہٖ اسی طرح ہے جیسے کوئی علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو علماء کی صحبت اختیار کرتا ہے۔

مریدین کے مال و ملکیت میں طمع و لالچ نہ رکھتا ہو اور نہ یہ چاہے کہ کوئی میری تعریف یا تعظیم کرے۔ مریدوں کی صلاحیتوں سے باخبر ہو اور استعداد و صلاحیت کے مطابق انکی تربیت کرے۔ اگر خدانہ خواستہ کسی ناقص پیر کے حضور سے اس کے پاس کوئی مرید آجائے تو حکیم حاذق کی طرح پہلے اس کے مرض کی تشخیص کرے، اس کے بعد دوائی دے۔ اخلاقی کمزوریوں کو سمجھ کر تلقین کے ذریعے اسکی اصلاح کرے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ ناقص پیر جس نے خود

سلوک کی تکمیل نہیں کی اور جذبہ کے مقام پر نہیں پہنچا، اس کی صحبت زہر قاتل ہے اور اسکی طرف رجوع کرنا مرض مہلک ہے۔ ایسے پیر کی صحبت سے بلند استعداد رکھنے والے مرید کی صلاحیتیں ضایع ہو جاتی ہیں۔ سلوک کی تکمیل صرف شیخ کامل مکمل کرا سکتا ہے۔ لہٰذا ناقص پیر سے طریقت کی تعلیم حاصل کرنا جائز نہیں اور نہ اس سے جس کے آباءواجداد تو کامل و مکمل ولی تھے لیکن یہ انکی راہ پر نہیں چلا۔ اس لیے اس میں وہ صلاحیت نہیں ہے۔

فضیلت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام مسالک بر حق ہیں۔ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور دوسرے طریقے، انکے مشائخ قابل قدر و قابل تعظیم ہیں۔ لیکن صوفیائے کرام کے دوسرے سلاسلِ طریقت سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کو کئی وجوہ سے فضیلت حاصل ہے۔

اول: اس سلسلہ کی ابتدا میں ذکر قلبی ہے، جس میں جذب ربانی ہے۔ جبکہ ذکر زبانی میں سلوک ہے۔ جذب اور سلوک دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ سلوک میں بندہ ذکر اذکار اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے خدا تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے، جبکہ جذب میں جو کہ ذکر قلبی کے ذریعے پیدا ہوتا ہے، خدا خود بندہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی نقشبندی رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند
کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

از دلِ سالک رہِ جاذبۂ صحبتشاں
می بردوسوسۂ خلوت و فکر چلہ را

(حضرات نقشبند عجب قافلہ کے سالار ہیں کہ اپنے متعلقین کو پوشیدہ طریقہ سے بارگاہ الٰہی تک لیجاتے ہیں۔ انکی صحبت کی کشش سالک کے دل سے خلوت کے خیال اور چلہ کشی کے فکر کو ختم کر دیتی ہے۔)

دوم: سلسلہ نقشبندیہ کی فضیلت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اتباع رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔اس طریقہ کی ترقی و کمال کا تمام تر انحصار اتباعِ سنت پر ہے اور قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق محبوبیت الٰہی کے مقام پر فائز ہونے کا یہی ایک طریقہ ہے۔قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہ۔اے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بتائیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ تمہیں اپنا دوست بنائے گا۔

سوم: سلسلہ نقشبندیہ کے اقرب طرق یعنی خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا سب سے نزدیکی راستہ ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس سلسلہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا وسیلہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں۔ظاہر ہے وسیلہ جس قدر قوی ہوگا راستہ اتنی ہی جلدی اور آسانی سے طے ہوگا۔

چہارم: جہاں پر دوسرے طریقوں کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے اس طریقہ کی ابتدا ہوتی ہے۔اس طرح یہ طریقہ وصول الی اللہ کا قریب ترین راستہ ہے۔حضرت امام ربانی مجدد منور الف ثانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: ''مشائخ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم ابتدائے سیر از عالم امر اختیار کردہ اند۔۔۔تا۔۔مندرج گشت''۔

ترجمہ: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ نے سیر باطنی کی ابتدا عالم امر سے اختیار کی ہے،عالم خلق کو اسی کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں۔برخلاف دوسرے طریقوں کے مشائخ کے کہ وہ سیر کی ابتدا عالم خلق سے کرتے ہیں اور وہ عالم خلق طے کر لینے کے بعد ہی عالم امر میں قدم رکھتے اور مقام جذبہ میں پہنچتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ طریقہ نقشبندیہ تمام طریقوں سے اقرب ہے اور یقینی طور پر دوسروں کی انتہا اسکی ابتدا میں ہے۔

اسی موضوع پر حضرت خواجہ احمد سعید فاروقی قدس سرہٗ لکھتے ہیں ''اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ سے لو لگانے کی کمی ہوگئی ہے،اس لیے صوفیائے نقشبندا ایسے طالب کو پہلے ذکر قلبی کا طریقہ سکھاتے ہیں اور بجائے ریاضات و مجاہدات شاقہ کے عبادات کا حکم فرماتے ہیں اور تمام حالات میں اعتدال قائم رکھتے ہیں اور ان نقشبندی صوفیائے کرام کی توجہات دوسروں کی کئی چلہ کش توجہات سے بہتر اور اعلیٰ ہوتی ہیں اور طالبوں کو سنت رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور بدعۃ

سے اجتناب کا حکم فرماتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے ان کے حق میں رخصت پر عمل تجویز نہیں فرماتے۔اسی لیے ان بزرگوں نے ذکر خفی کو اپنا طریقہ اختیار فرمایا۔

تعلیمات مشائخ نقشبند

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہٗ اپنے ایک مختصر و جامع مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: فقیر حقیر لاشئ دوست محمد عفی عنہ کی طرف سے شوق و محبت میں پُر سلام مسنونہ کے بعد دوستوں کے لیے نصیحتیں تحریر کی جاتی ہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ طریقہ صوفیہ کی ترویج اور اجازت کے لیے یہ شرط ہے کہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے احکام پر ظاہری اور باطنی طور پر پوری طرح استقامت سے عمل کیا جائے اور حتی الوسع ذرہ برابر بھی حدود شرعیہ سے تجاوز نہ کیا جائے۔اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر و مراقبہ میں مشغول رہیں۔کم بولنا، کم سونا، کم کھانا چاہیے۔توبہ، دنیا سے بے رغبتی، صبر، قناعت، توکل، شکر، خوفِ خدا، تسلیم و رضا کی صفتیں ہونی چاہئیں۔عام لوگوں کی طرح کشف و کرامت اور خلافِ عادت ظاہر ہونے والی باتوں کو کوئی اہمیت نہ دی جائے۔اپنی ذات اور جملہ مخلوق سے امیدیں وابستہ نہ رکھی جائیں، مریدوں کے مال میں کوئی طمع نہ ہونی چاہئے۔لوگوں کے عزت و احترام دینے یا رد کرنے کی پرواہ نہ کرنی چاہیے۔دنیا اور دنیاداروں سے پرہیز کی جائے اور علماء اور فقراء کی خدمت جان و مال اور تن سے کی جائے۔مخلوقِ خدا کی غیبت اور مذمت سے اجتناب کیا جائے۔یہی شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اجمالی بیان ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا مُتَابَعَۃَ حَبِیْبِکَ فِعْلاً وَقَوْلاً وَاِعْتِقَاداً، اَوَّلاً وَاٰخِراً، ظَاھِراً وَبَاطِنًا۔

بیعت

تصوف کی راہ میں بیعت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔اس کے بغیر کامل فائدے کا حصول ناممکن ہے اور یہ قرآن حکیم و احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔جس طرح قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ

اللہ۔ تحقیق وہ لوگ جو آپ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتے ہیں در حقیقت وہ خدا تبارک و تعالیٰ کی بیعت کرتے ہیں۔

بیعت کی معنٰی

بیعت کی لغوی معنٰی حوالے کرنا، سپرد کرنا، فروخت کرنا کی جاتی ہے۔ تصوف میں مرید کا اپنے شیخ کامل کے ہاتھ پر اپنے نفس کو سپرد کرنے اور فروخت کرنے کا نام بیعت ہے۔ یعنی اپنے تمام تر ارادوں و اختیارات اور خواہشات نفسانی کو ختم کر کے خود کو شیخ کامل کے حوالے کر دے اور راہ سلوک میں اس کی رضا و منشا کے خلاف کوئی بھی قدم نہ اٹھائے۔ اور اگر اس کے بعض احکام مرید کو صحیح معلوم نہ ہوں تو اس کو اپنے عقل کا قصور سمجھے اور ان افعال و اقوال کو افعال خضر علیہ السلام کے مثل سمجھے۔ گویا کہ اپنے شیخ کے ہاتھوں میں مردہ بدست زندہ بن کر رہے۔ اس کو ہی بیعت سالکین کہا جاتا ہے اور یہی مقصود مشائخ مرشدین ہے اور یہی وہ راستہ ہے جو خدائے عزوجل تک آسانی سے رسائی حاصل کرواتا ہے۔ یہی بیعت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے لی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ ہر آسانی و دشواری، ہر خوشی و ناگواری میں حکم سن کے قبول کریں گے اور اس حکم کی اطاعت کاملہ کریں گے اور صاحب حکم کے کسی حکم میں چوں چرا نہیں کریں گے۔ شیخ کامل کا حکم بھی در حقیقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہی ہوتا ہے، کیونکہ ولی کامل نائب رسول صلّی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے اور ولی کامل کی تعریف ہی یہی ہے کہ جو کامل طریقے سے اتباع رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم پر کاربند ہو۔ تو اس کا کوئی بھی حکم شریعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں ہوگا، اس طرح شیخ کامل کا حکم رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کا ہوا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ کا حکم ہے اور اللہ عزوجل کے حکم میں مجال دم رو انہیں۔

بیعت کی حیثیت و اہمیت

ائمہ دین اور مشائخ طریق کا اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا بیعت فرض ہے یا واجب، سنت ہے یا مستحب۔ جو افراد بیعت کو فرض کا درجہ دیتے ہیں وہ اپنے موٴقف کے لیے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کو دلیل بتاتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ○

ترجمہ: اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور خدا تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو تا کہ تم کامیابی حاصل کرو۔

دوسری آیت میں ہے وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ○ اور اس شخص کے راستے کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع کرتا ہو۔

چونکہ مذکورہ دونوں آیات میں امر کا صیغہ لایا گیا ہے، اس لیے بیعت کو فرض سمجھا گیا اور اس کے ساتھ جب بیعت علم الاحسان کا دروازہ ہے تو اس کی فرضیت میں کیا شبہ ہے کیونکہ یہی عبادات کا مغز ہے۔

بعض مفسرین کرام جو وجوب بیعت کے قائل ہیں انہیں دو مذکورہ آیات کی تفسیر کرتے لکھتے ہیں کہ صیغہ امر وجوب کی تعریف میں آتا ہے اور اگر بیعت فرض ہوتی تو اس کا انکار کرنے والا کافر ہوتا، حالانکہ علماء کا اتفاق ہے کہ بیعت سے انکار کرنے والا کافر نہیں ہے۔ اکثر علماء کا یہ خیال ہے کہ صیغہ امر سے مراد استحباب ہے، دلیل کے طور پر کہتے ہیں کہ اگر بیعت فرض یا واجب ہوتی تو اس کے ترک کرنے والے کے لیے شارع علیہ السلام کے طرف سے کوئی وعید ہوتا اور اس کو ترک کرنے والا فاسق ہو جاتا مگر شریعت میں ایسا کوئی امر نہیں ہے اور طریقت شریعت کی ہی تابع ہے۔

بیعت کا سنت ہونا

احادیث مشہور میں نقل کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کرتے تھے۔ اکثر ارکان اسلام پر استقامت کے لیے بیعت کرتے تھے۔ کبھی معرکوں میں ثابت قدم رہنے کے لیے، کبھی ہجرت کے لیے تو کبھی جہاد کے لیے جیسے بیعت رضوان۔ قرآن کریم میں ان بیعتوں کا تذکرہ موجود ہے۔ سورہ فتح میں ارشاد ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ

ترجمہ: جو لوگ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر رہے ہیں وہ در حقیقت اللہ عزوجل کی بیعت کر رہے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ پھر جو شخص بیعت کو توڑے گا تو بیعت توڑنے کا وبال اسی پر ہوگا، اور جو شخص

بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا○ آیت ۱۰ سورہ الفتح	اس عہد کو پورا کرے گا جس کا بیعت کے وقت خدا سے وعدہ کیا تھا تو خدائے عزوجل جلد اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا○ (سورہ فتح آیت ۱۸)	ترجمہ: بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ مؤمنین سے راضی ہوا جب یہ لوگ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے اور جو کچھ ان کے قلوب میں تھا وہ اللہ کو معلوم تھا سو اللہ نے ان پر اطمینان نازل فرمایا اور قریبی فتح عطا فرمائی۔

ان تمام تر آیات و دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بیعت سنت ہے اور نہ صرف مردوں کے لیے بلکہ عورتوں کیلیے بھی، اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین وائمہ ہادین و مشائخ عظام نے اس سنت کو جاری و رائج رکھا اور خواتین کو باپردہ بیعت سے نوازتے رہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیعت سنت ہے اور اس کی تاکید بھی ہے۔

بیعت کا فائدہ

صاحب عوارف المعارف لکھتے ہیں کہ شیخ کے زیر حکم ہونا اللہ اور اس کے رسول کے زیر حکم ہونا ہے اور اس سنت کو وہی زندہ کرتا ہے جس نے اپنے جسم و روح کو شیخ کے حوالے کر دیا اور اپنے ارادے سے نکل آیا اور اپنا اختیار چھوڑ کر شیخ میں فنا ہو گیا۔ غرضیکہ بیعت فلاح باطنی کے لیے ہے جس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ اپنے اندر کو خراب و پلید چیزوں سے پاک کر کے اسے روشن کیا جائے اور اپنے دل سے شرک خفی کو نکالا جائے۔ تو جب بھی کوئی مرید نیت صحیحہ و اخلاص کے ساتھ اپنے شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اور اس کی صحبت میں رہ کر تمام آداب کو بجالاتا ہے تو شیخ کامل کی باطنی نظر سے روحانی فیوض و برکات اس مرید کے قلب و باطن میں سرایت کر جاتے ہیں اور مرید کا باطن روشن و منور ہو جاتا ہے۔ اس روحانی و باطنی انوار و تجلیات کا حصول شیخ کامل کی محبت و صحبت پر ہی منحصر ہے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب

مرید شیخ کامل کی خدمت و صحبت میں حاضری کے وقت اپنے قلب و روح کو تمام تر توجہ کے ساتھ پیر کی طرف مرکوز رکھے تاکہ شیخ کامل کی پاکیزہ فطرت و وظائف باطنی کے تناسب سے مرید کے اندر بھی روحانی ربط و ضبط بڑھتا رہے اور وہ عروج حاصل کرتا ہوا خدا کا قرب حاصل کر لے۔ مگر سالک ہمیشہ یہ یاد رکھے کہ ان تمام منازل روحانی کا دارومدار شیخ کامل کی بیعت و صحبت میں ہی منحصر ہے۔

صحبت شیخ

جب یہ واضح ہوا کہ روح کی پاکیزگی و طہارت اور باطن کی ترقی اور خدائے عزوجل کے قرب کو حاصل کرنے کے لیے بیعت شیخ و صحبت شیخ ایک اہم ذریعہ ہے۔ اب ضروری یہ ہے کہ صحبت شیخ کی اہمیت و مقام کو پہچانا جائے تاکہ کامل طریقے سے مطلوبہ فوائد کو حاصل کیا جائے۔ سالک جب پیر کی صحبت میں حاضر ہو تو اپنے روح و قلب کو پیر کی طرف ہی متوجہ رکھے۔ کیونکہ پیر اپنی توجہ سے سالک کو فیض پہنچاتا ہے۔ اگر مرید باطنی طرح پیر کی طرف متوجہ نہ ہوگا تو اس کے حصے کا فیض کسی دوسرے مشتاق و متوجہ مرید کو حاصل ہو جائے گا کیونکہ مرید کی باطنی بے توجہی شیخ کامل کو اس کی طرف سے بے رغبت کر دیتی ہے اور شیخ کامل مشتاق و متوجہ شخص کو اپنی توجہات سے نواز دیتا ہے۔ اس لیے صحبت میں بے توجہی سے بیٹھنا اپنے آپ کو محروم کر دینا ہے۔

امام ربانی مجدد و منور الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ صحبت مرشد سے استفادہ حاصل کرنے کے بارے میں حکیم عبدالوہاب کو لکھتے ہیں کہ اولیاء کے پاس خالی ہو کر آنا چاہیے تاکہ بھرے ہوئے واپس جائیں، اور اپنی مفلسی کو ظاہر کرنا چاہیے تاکہ ان کو شفقت آئے اور مرید کے لیے فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کھل جائے۔ سیر آنا اور سیر چلے جانا کچھ مزا نہیں دیتا، کیونکہ پر شکمی کا پھل بیماری کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ استغناء و بے پرواہی سے سوائے سرکشی کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

امام ربانی علیہ الرحمۃ کے اس مکتوب مبارک سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پیر کی صحبت میں ہمیشہ اپنے باطن و قلب کی طرف مکمل دھیان رکھا جائے اور ان کی صفائی و درستگی کے لیے کوشاں رہا جائے۔ وہاں موجود دیگر سالکین، ذاکرین و شاغلین کی نگرانی نہ کرتا پھرے، اور اس کے علاوہ پیر کی صحبت میں یا اس کی درگاہ و خانقاہ میں کسی بھی ایسے فعل و قول سے

دور رہے جس سے وہاں پر موجود کسی بھی شخص کو تکلیف یا ایذاء پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ پیر کے سامنے کبھی بھی فضول اور لایعنی بات نہ کرنی چاہیے کیونکہ اکثر اوقات اس طرح کی باتوں سے شیخ کامل کے قلب میں کلفت یعنی ناراضگی پیدا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے جو کہ مرید کی ترقی کے لیے نہایت نقصان دہ چیز ہے۔اس کے علاوہ مرید کو یہ بات بھی سمجھنی چاہیے کہ صرف دور بیٹھے فون یا خط کے ذریعے پیر کو اپنے واقعات و حالات سے آگاہ رکھنا فائدہ مند نہیں، بلکہ صحبت شیخ میں حاضری ضروری ولازمی چیز ہے۔ صحبت شیخ کے بغیر مرید کو نفع بخش چیزیں حاصل نہیں ہو سکیں گی۔اگر صحبت شیخ کے بغیر کوئی بھی مرید لاکھ اوراد و وظائف میں مصروف رہے تب بھی کچھ نفع حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ خدائے عزوجل کا طریقہ عطایہ ہے کہ وہ نفع، انعام و فیض ہمیشہ وسیلے سے ہی جاری فرماتا ہے۔اس لیے مرید کے لیے لازم ہے کہ نہ صرف صحبت میں آمدورفت کو ضروری سمجھے بلکہ اس میں کثرت کو لازم رکھے۔

حضرت خواجہ غریب نواز پیر مٹھار حمت پوری رحمۃاللہ علیہ اپنے مکتوبات مبارک میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحبت شیخ میں اس قدر آمدورفت ہو کہ پیر کے وطن کو اپنا وطن اور گھر سمجھنے لگے۔ لیکن یہ بھی یادرکھنا چاہیے کہ اولیائے کاملین نے صحبت شیخ کے لیے محبت شیخ کو شرط اول قرار دیا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃاللہ علیہ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر الفت و محبت کے بغیر سالہا سال صحبت رہے تو بھی کوئی فائدہ برآمد نہ ہوگا۔اس لیے مرید پر لازم ہے کہ فائدہ کے حصول کے لیے کامل محبت، مکمل توجہ اور یکسوئی کے ساتھ پیر کی صحبت میں حاضری دے۔ اسی طرح ہی مرید اس نظر کیمیا کا مستحق ہو سکے گا جو تمام عمر کے لیے سعادت بن جائے گی۔اسی لیے ہمیشہ مشتاق بن کر محبت کی حق ادائیگی بجالانی چاہیے تاکہ اس نظر کیمیا کا مستحق بن پائے۔

ذکر کرنے کا طریقہ

ذکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں جانب سینے کے اندر انسان کا دل واقع ہے۔اس دل میں ذکر اسم ذات اللہ کا خیال رکھا جائے۔ جس طرح ہمیں پیاس لگتی ہے تو ہمارا خیال پانی کی طرف ہو جاتا ہے۔ مگر ہم زبان سے پانی پانی کا لفظ نہیں پکارتے۔ بس خیال سارا پانی کی طرف رہتا ہے۔ تو جس طرح پیاسے آدمی کا خیال و توجہ پانی کی طرف رہتا ہے اسی طرح یہ خیال دل میں پکانا چاہیے کہ میرا دل اللہ اللہ پکار رہا ہے۔اس دوران زبان خاموش رہے بلکہ بہتر ہے کہ تالو کے

ساتھ چسپاں رہے اور اس ذکر کا خیال ہر وقت و ہر لمحہ رکھنا چاہیے۔ اس کے لیے نہ وضو کی شرط ہے، نہ جسم کی پاکائی کی شرط ہے، نہ لباس کے پاک ہونے کی شرط ہے۔ تنہائی بھی شرط نہیں ہے۔ چوبیس گھنٹے آپ اپنے کام میں مصروف رہیں۔ کاروبار کرتے رہیں، سفر میں ہوں یا حضر میں، بازار میں ہوں یا گھر میں، صرف دل میں یہ خیال ہونا چاہیے کہ دل اللہ اللہ پکار رہا ہے۔ اس دوران اگر کوئی دوسرا خیال آئے تو اسے دفع کریں۔ کیونکہ خود خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کے بندے وہی ہیں جن کو دنیاوی کام کاج اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتا۔ تو اس طرح کا خیال چند دن رکھنے سے دل اللہ کے ذکر میں جاری ہو جاتا ہے اور اس ذکر کے کرنے سے دل پاک و صاف ہو جاتا ہے اور دل میں خشیت و خوف خدا پیدا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ احمد سعید نقشبندی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ اسم ذات کا ذکر اس طرح کرنا چاہیے کہ مرید و سالک زبان کو تالو سے لگائے اور دل کو تمام خیالات سے خالی کردے۔ پھر جس بزرگ سے ذکر لیا ہے، ان کے متعلق یہ سمجھے کہ وہ میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر دل کی زبان سے اللہ، اللہ کہے، یعنی اللہ، اللہ کا مفہوم اپنے خیال میں رکھے اور یہ خیال کرے کہ میں اس ذات پر ایمان لایا جو تمام صفات کاملہ سے متصف ہے اور تمام صفاتِ ناقصہ سے پاکیزہ ہے۔ اکثر اوقات اسی ذکر پر ہمیشگی کرے یہاں تک کہ دل ذاکر ہو جائے۔

حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

در ابتدا از ذکر گفتن چارہ نبود باید کہ متوجہ قلب صنوبری گردی کہ آں مضغہ ہمچوں حجرہ ایست مر قلبِ حقیقی را و اسم مبارک اللہ را براں قلب گذاری و دریں وقت بقصد ہیچ عضوے را حرکت نہ دہی و بکلیت متوجہِ قلب نشینی و در متخلیہ صورتِ قلب را جاندہی و بآں ملتفت نباشی چہ مقصود توجہ بقلب است نہ تصویر صورت آں و معنٰی لفظ

یعنی ابتداء سلوک میں سالک کے لیے ذکر کے سوا کوئی چارہ نہیں، چاہیے کہ اپنے قلب کی طرف متوجہ رہے کہ یہ گوشت کا ٹکڑا حقیقی قلب کے لیے حجرہ کی مانند ہے۔ اسم مبارک اللہ کو اسی قلب پر گذاریں اور اس وقت جان بوجھ کر کسی عضو کو حرکت نہ دیں بلکہ پوری طرح سے اپنے قلب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے نہ کہ اس کی شکل و صورت کی طرف، لفظ مبارک

مبارک اللہ را بیچونی و بے چگونی ملاحظہ نمائی و ہیچ صفت را بآں منضم نہ سازی۔ (مکتوب نمبر ۱۹۰ دفتر اول حصہ سوم)	اللہ کے معنیٰ کو بے مثل و بے مثال سمجھتے ہوئے ملاحظہ کریں لیکن اسکے ساتھ بھی کسی صفت کو خیال میں نہ لائیں۔

ذکر قلبی

ذکر اللہ خواہ قلبی ہو یا زبانی انفرادی ہو خواہ اجتماعی، اسکی فضیلت و اہمیت مسلم ہے۔ لیکن قرآن و حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ذکرِ قلبی کی فضیلت بدرجہا ذکرِ زبانی سے زیادہ ہے۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے پر خصوصی فضل فرمانا چاہے اور اپنے حضور اسے خوش قسمت بندہ لکھ دے اور اس کو یہ توفیق دے کہ ہر وقت زبانی ذکر بھی کرتا رہے اور اسکا دل بھی اسی کے موافق ذکر میں شاغل رہے اور اسے زبانی ذکر سے قلبی ذکر کی طرف ترقی حاصل ہو جائے۔ یہاں تک کہ اگر زبان خاموش ہو پھر بھی دل خاموش نہ ہو، اسی کو ذکرِ کثیر کہا جاتا ہے۔

ذکر کی فضیلت میں بین الاقوامی شہرت کے حامل ایک اور محقق و محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کی ہے۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم اَلا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَ اَزْکٰھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَ اَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَ خَیْرٍ لَّکُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْوَرَقِ وَ خَیْرٍ لَّکُمْ مِّن اَنْ تَلْقُوْا عَدُوَّکُم فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقِھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ ذِکْرُ اللہ (مشکواۃ المصابیح صفحہ ۱۹۸)	حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمھیں تمہارے اعمال میں سے بہتر عمل کی خبر نہ دوں جو تمہارے رب کے نزدیک زیادہ پاکیزہ ہو، جو تمہارے اعمال میں سب سے بلند مرتبہ ہو، جو تمہارے سونا اور چاندی کے خیرات کرنے سے زیادہ اچھا عمل ہو، جو تمہارے لیے اس عمل سے بھی بہتر ہو کہ تم دشمنوں سے مقابلہ کرکے انہیں قتل کرو اور وہ تمہارے گردنوں پر وار کریں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

محدث کبیر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اَلْمُرَادُ الذِّکْرُ الْقَلْبِیُّ فَاِنَّهٗ هُوَ الَّذِیْ لَهُ الْمَنْزِلَةُ الزَّائِدَةُ عَلٰی بَذْلِ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ لِاَنَّه عَمَلُ نَفْسِیٌّ وَفِعْلُ الْقَلْبِ الَّذِیْ هُوَ اَشَقُّ مِنْ عَمَلِ الْجَوَارِحِ بَلْ هُوَ الْجِهَادُ الْاَکْبَرُ

(مرقاۃ المفاتیح صفحہ نمبر ۲۲ جلد ثالث)

اس ذکر سے ذکر قلبی مراد ہے۔ یہی وہ ذکر ہے جس کا مرتبہ جان و مال خرچ کرنے سے بھی زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ باطنی عمل ہے اور دل کا عمل ہے جو کہ دوسرے اعضاء کے اعمال سے نفس کے لیے زیادہ سخت ہے۔ بلکہ یہی جہاد اکبر ہے۔

ذکر قلبی کا اجر ستر گنا زیادہ ہے

محدث کبیر حضرت علامہ ملا علی قاری قدس سرہ نے اپنی مرتب کی ہوئی احادیث کی کتاب مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کے صفحہ ۳۴۲ جلد اول پر حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللہ صلّی اللہ علیه وسلم لَفَضْلُ الذِّکْرِ الخَفِیِّ الَّذِیْ لَا یَسْمَعُهُ الحَفَظَةُ سَبْعُوْنَ ضِعْفًا اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ وَجَمَعَ اللہ الخَلَائِقَ لِحِسَابِهِمْ وَ جَائَتِ الْحَفَظَةُ بِمَا حَفِظُوْا وَکَتَبُوْا، قَالَ لَهُمْ اُنْظُرُوْا هَلْ بَقِیَ لَهٗ مِنْ شَیْءٍ فَیَقُوْلُوْنَ مَا تَرَکْنَا شَیْئًا اِلَّا وَقَدْ اَحْصَیْنَاهُ وَکَتَبْنَاهُ فَیَقُوْلُ اللہ اِنَّ لَکَ عِنْدِیْ حَسَناً لَا تَعْلَمُهٗ وَاَنَا اَجْزِیْكَ بِهٖ وَهُوَ الذِّکْرُ الخَفِیُّ، کَذَا ذَکَرَهُ السیوطی فی البدور السافرۃ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مخفی ذکر کو انسان کے ساتھ رہنے والے فرشتے نہیں سنتے وہ ستر مرتبہ اس ذکر سے جس کو فرشتے سنتے ہیں یعنی زبانی ذکر سے فضیلت میں بڑھ کر ہے۔ جب قیامت کا دن ہو گا اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو حساب کتاب کے لیے پیش ہونے کا ارشاد فرمائے گا تو جو کچھ فرشتوں کو یاد ہو گا یا جو انہوں نے لکھا ہو گا وہ سب لے آئیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا دیکھو اس بندہ کے اعمال میں سے کوئی چیز رہ تو نہیں گئی ہے؟ فرشتے عرض کریں گے کہ یا اللہ العالمین جو کچھ ہم جانتے ہیں اور جو ہم نے یاد کیا وہ پوری طرح لکھ کر لے آئے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائیگا تیری ایک نیکی میرے پاس موجود ہے جسے یہ فرشتے نہیں جانتے اور میں

(ذکر الرحمٰن صفحہ ۱۷) | تجھے اس کا بدلہ ضرور دوں گا اور وہ نیکی ذکر خفی ہے۔

حلقۂ ذکر و مراقبہ

صوفیاء کرام کے یہاں مراقبہ کے بہت سے طریقے رائج ہیں۔ ہمارے مشائخ طریقہ عالیہ نقشبندیہ غفاریہ بخشیہ میں جو مراقبہ مروج ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ دل کو ادھر ادھر کے خیالات سے فارغ کر کے پورے اطمینان سے ذات باری تعالیٰ کی طرف اپنے شیخ کامل کے توسط سے متوجہ ہوا جاتا ہے۔ یہ مراقبہ اجتماعی طور پر بھی کیا جاتا ہے اور انفرادی طور پر بھی۔ بزرگان دین کے یہاں ذکر کے لیے جمع ہو کر گول دائرہ کی شکل میں بیٹھ کر ذکر کرنا متقدمین سے لیکر آج تک مروّج رہا ہے اور یہ تمام سلاسل میں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔ بعض جہری ذکر کرتے اور بعض تلاوت قرآن مجید اور حمد و نعت کی صورت میں حلقہ ذکر قائم کرتے ہیں۔ مقصد سبھی کا ایک ہے یعنی کچھ دیر کے لیے دنیا ومافیہا سے تعلقات توڑ کر ہمہ تن اپنے خالق ومالک کی طرف متوجہ ہوا جائے۔

اس قسم کے حلقۂ ذکر و مراقبہ کی اصل درج ذیل حدیث شریف ہے۔

عَنْ انس قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِيَاضُ الجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ۔

(الجامع للترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے جب تم جنت کے باغوں کے قریب سے گذرو تو خوب کھالیا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم جنت کے باغ کونسے ہیں؟ فرمایا ذکر کے حلقے یعنی گول دائرہ کی شکل میں بیٹھ کر ذکر کرنا۔

اس حدیث شریف کی شرح میں برصغیر پاک وہند کے مشہور محدث حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں: ودراین حدیث دلیل است برآں کہ تحلیق برائے ذکر مشروع است۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذکر کے لیے گول دائرہ بنانا شریعت مطہرہ کے مطابق ہے۔

ذکر اللہ کے لیے جمع ہونا، ذکر کرنا، سننا، بلکہ خاموشی سے ذکر والوں کی مجلس میں بیٹھنا بھی باعثِ برکت و نزولِ رحمت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم لَایَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُونَ اللہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ المَلَائِکَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَکِیْنَۃُ وَ ذَکَرَھُمُ اللہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ۔

(رواہ مسلم مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۹۶)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی قوم ذکر اللہ کے لیے بیٹھتی ہے تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان پر رحمت الٰہی چھا جاتی ہے اور ان پر اطمینان و سکون نازل ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ ان ذکر کرنے والوں کو اپنے مقرب فرشتوں میں یاد فرماتا ہے۔

مذکورہ احادیث سے حلقہ و مراقبہ کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ اسی لیے صوفیائے کرام نے اللہ تعالیٰ کے ذکر قلبی کی مشق کرنے اور اس کو جاری کرنے کے لیے مراقبہ کو نہایت اکسیر قرار دیا ہے۔ مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب فراغت ہو آنکھیں بند کر لیں اور اگر کپڑا میسر ہو تو اپنے سر ڈال لیں، دل سے تمام خیالات محو کر کے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو موجود سمجھ کر یہ تصور کریں کہ اللہ کا ذکر ہو رہا ہے، اور حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کا فیض اللہ والوں کے سینوں سے ہوتا ہوا میرے قلب میں پہنچ رہا ہے۔ جس طرح ہم اندھیرے میں ٹارچ جلاتے ہیں تو اس سے روشنی کی شعاع نکلتی ہے جس کی وجہ سے سامنے ہر چیز واضح ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ تصور کریں کہ ایک نورانی شعاع ہمارے قلب میں پہنچ رہی ہے اور ہمارا قلب منور ہو رہا ہے۔ اس طریقے سے معرفت الٰہی کا راستہ سہل و آسان ہو جاتا ہے۔ مصنف قطب الارشاد حضرت الحاج فقیر اللہ علوی مراقبہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اَلْمُرَاقَبَۃُ وَھِیَ اَشْرَفُ اَسْبَابِ الوُصُوْلِ وَاَسْھَلُ طُرُقِ حُصُوْلِ الْمَعْرِفَۃِ وَ اَقْرَبُھَا وَھِیَ مُشْتَقَّۃٌ مِنْ التَرَقُّبِ وھُوَ انْتِظَارُ الْمَطْلُوبِ اَوْ مِنَ الرَّقِیْبِ وَھِیَ مُحَافَظَۃُ القَلْبِ۔

(قطب الارشاد صفحہ ۵۶۱)

مراقبہ وصول الی اللہ کے اسباب میں زیادہ معتبر اور معرفۃ الٰہی کے حصول کا آسان اور قریب تر راستہ ہے، مراقبہ ترقب سے مشتق ہے اور اسکا مقصد ہے مطلوب حقیقی کا انتظار کرنا یا رقیب سے مشتق ہے اور اسکا مقصد ہے اپنے قلب کی حفاظت کرنا۔

حضرت خواجہ احمد سعید قدس سرہ فرماتے ہیں مراقبہ کا مادہ رقب ہے جسکا معنٰی ہے انتظار کرنا اور مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ سالک بغیر ذکر اور بغیر رابطۂ شیخ اپنے دل کو خیالات فاسدہ سے محفوظ رکھ کر پوری طرح اللہ تعالٰی کے طرف دھیان رکھے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ ہر وقت ذات الٰہی کی طرف متوجہ رہے تاوقتیکہ بلاشرکت غیر، توجہ الی اللہ اسکی عادت بن جائے۔ اس کو حضور بھی کہتے ہیں اور ذکر سے مقصود بھی یہی ہے۔ اسی لیے حضرت مولانا عبداالرحمان جامی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ شعر :

نقشبندیہ عجب قافلہ سالاراند

برندہ پنہاں بحرم قافلہ را

مشائخ نقشبند قافلہ طریقت کے عجیب قائد ہیں کہ روحانیت کے مخفی راستے سے اپنے قافلہ کو بارگاہ الٰہی میں پہنچادیتے ہیں۔

اصطلاحات طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

اے عزیز جاننا چاہیے کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے چند اصول ہیں جن پر طریقہ عالیہ کا دار و مدار ہے اور ان پر عمل کیے بغیر نقشبندی سلسلہ کی نسبت حاصل نہیں ہوتی، الا ماشاءاللہ۔

اصطلاحات نقشبندیہ کے نام سے مشہور ان پر تاثیر و مفید اصول میں سے

1. ہوش دردم
2. نظر بر قدم
3. سفر در وطن
4. خلوت در انجمن
5. یاد کرد
6. باز گشت
7. نگہداشت

8. یادداشت۔

یہ آٹھ اصطلاحات خواجۂ خواجگان حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں، جبکہ انکے بعد تین اور اصطلاحات

1. وقوف زمانی
2. وقوف عددی اور
3. وقوف قلبی

کا خواجہ خواجگان حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہُ نے اضافہ فرمایا ہے۔اس طرح اصطلاحات سلسلہ نقشبندیہ کی تعداد گیارہ ہے۔

تشریح اصطلاحات

ا۔ ہوش دردم

ہوش دردم کا مطلب یہ ہے کہ سالک اپنی ہر سانس کے متعلق ہوشیار و بیدار رہے کہ خدا کی یاد میں صرف ہوا یا غفلت میں، اور یہ کوشش کرے کہ ایک سانس بھی اس کی یاد سے غفلت میں نہ گذرے۔اس لیے چاہئے کہ ہر ساعت کے بعد اس طرح غور کرتا رہے تاوقتیکہ اسے دائمی حضور حاصل ہو جائے۔ غور کرنے پر اگر کبھی غفلت معلوم ہو تو استغفار کرے اور آئندہ کے لیے توبہ کرے اور اس سے بچنے کا پختہ ارادہ کرلے۔

دم بدم دم را غنیمت دان و ہمدم شو بدم
واقفِ دم باش دردم ہیچ دم بیجا مدم

ہر وقت ہر سانس کو غنیمت جان اور دم کے ساتھ ہمدم ہو جا۔اپنے ہر ایک سانس سے باخبر رہ کوئی ایک سانس بھی بے مقصد نہ لے۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے "اس طریقہ کا دارو مدار ہی دم یعنی سانس پر ہے۔ سانس اندر آتے یا باہر جاتے وقت غفلت میں ضایع نہ ہونے پائے۔ ہر ایک سانس حضورِ دل سے ہو۔"

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ کا ذاتی عمل کیا تھا اور انہوں نے کس طرح اپنے دم کی حفاظت کی، اس بارے میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ تحفۃ الاحرار میں فرماتے ہیں:

کم زدہ بے ہمدمی وہوش دم
در نگذشتہ نظرش از قدم

بس زخود کردہ بسرعت سفر
باز نماندہ قدمش از نظر

یعنی حضوری اور غور کے سوا کم ہی سانس لیے تھے، انہوں نے قدم سے آگے اپنی نظر نہ بڑھائی تو جلدی سے آگے کا سفر شروع کیا اور ان کا قدم رکا نہ رہا بلکہ قربِ الٰہی حاصل کر لیا۔

۲۔ نظر بر قدم

نظر بر قدم سے یہ مراد ہے کہ سالک چلتے پھرتے وقت اپنی نظر پاؤں پر یا اسکے قریب رکھے۔ آگے دور دور تک بلاوجہ نہ دیکھے اور بیٹھنے کی صورت میں اپنے سامنے دیکھے، دائیں یا بائیں نہ دیکھے۔ نہ ہی عام لوگوں کی بات چیت کی طرف متوجہ ہو کہ ممکن ہے ادھر ادھر دیکھنے سے کسی غیر محرم پر نظر پڑ جائے یا نامناسب کلام سن لے اور اس طرف متوجہ ہو جائے اور مقصد اصلی سے توجہ ہٹ جائے جو کہ بہت بڑا خسارہ ہے۔

شرع شریف میں بحالت نماز قیام کے وقت سجدہ کی جگہ اور رکوع میں پشت قدم اور سجدہ میں ناک کی چوٹی پر اور قعدہ میں اپنی جھولی پر نظر رکھنے کا حکم بھی اس لیے ہے کہ نمازی کو جمعیۃ قلبی حاصل رہے اور اسکے خیالات منتشر نہ ہونے پائیں۔

ایک مفید نقل: حضرت ربیع بن خیثم رضی اللہ عنہ ہمیشہ سر جھکائے رہتے تھے، یہاں تک بعض لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ شاید آپ نابیناہیں۔ حضرت مسعود رضی اللہ عنہ جن کے گھر بیس برس سے آتے جاتے تھے،ان سے فرماتے تھے بخدااے ربیع اگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم آپ کو دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے بزرگوں کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے چالیس چالیس برس تک سر اٹھا کر آسمان کی طرف نہ دیکھا۔

صوفیاء کرام کے دیگر اعمال کی طرح نظر بر قدم کا یہ عمل بھی قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ اے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلم آپ مسلمانوں سے فرمادیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

وقت رفتن بر قدم باید نظر

ہست سنت خیر البشر

اندریں حکمت بس است و بے شمار

دیدہ خواہد طالبِ حق آشکار

ترجمہ: چلتے وقت نظر پاؤں پر ہونی چاہیے کہ یہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اوراس میں بہت سی حکمتیں ہیں، جن کو طالب ظاہر ظہور دیکھے گا۔

شیخ العرب والعجم حضرت پیر فضل علی قریشی مسکین پوری قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ہر وقت نظر بر قدمِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم رہے، یعنی ہر لمحہ شریعت وسنت پیش نظر ہو اور تمام حرکات وسکنات، اخلاق وعادات سنت نبویہ کے مطابق ہوں اور یہی طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی امتیازی علامت ہے۔

۳۔ سفر در وطن

سفر در وطن سے باطنی وروحانی سفر مراد ہے اور اسکا مطلب یہ ہے کہ سالک گھر بیٹھے بری بشری صفات مثلاً حسد، تکبر، کینہ، حب جاہ ومال وغیرہ کو ترک کر کے ملکی یعنی فرشتوں والی صفات مثلاً صبر وشکر، رضا بالقضا، اعمالِ صالحہ اوران میں اخلاص اختیار کرلے۔ ایسا کرنے سے غیر اللہ کی محبت دل سے ختم ہو جائیگی اور روحانی ترقی حاصل ہوگی۔ اگر

کبھی دل میں غیر کی محبت معلوم ہو تو اس کو اپنے لیے خسارہ کا باعث جان کر کلمہ "لا" سے اسکی نفی کرے اور "اِلَّا اللہ" کے کلمہ مبارکہ سے محبت الٰہی کا اثبات کرے اور پھر سے اپنے خالق و مالک و مولیٰ عزوجل کی طرف متوجہ ہو جائے اور گھر بیٹھے قرب الٰہی سے لطف اندوز ہو، بقول مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی

آئینۂ صورت از سفر دور است

کآں پذیرائے صفت از نور است

ترجمہ: آئینہ صورت کی طرف سفر نہیں کرتا کیونکہ صورت کا قبول کرنا اسکی اپنی صفائی اور نورانیت کے سبب سے ہے۔

یہ تو ایک مشاہدہ کی بات ہے کہ کوئی بھی صورت منعکس کرنے کے لیے خود آئینہ کسی کے پاس نہیں جاتا۔ اگر آئینہ صاف وشفاف ہے تو جو بھی شکل و صورت اسکے سامنے آجائے گی اس میں نقش دکھائی دیگی۔ اسی طرح دل کا آئینہ بھی اگر موجودات کے تصورات کی آلائشوں سے پاک وصاف ہوگا تو گھر بیٹھے محبوب حقیقی جل وعلیٰ کی تجلیات کا اس پر نزول ہوگا اور وہ دل حدیث نبویہ "قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْتُ الله" کہ مؤمن کا دل خدا کا گھر ہے، کے مطابق خدا کا گھر بن جائے گا۔

سیدی ومرشدی سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے اپنے دل میں مال ودولت اور خواہشات نفسانیہ کو جگہ دی تو بمطابق "ولے سلطان محبوباں غیور است" یعنی محبوبوں کا سردار بہت غیرت مند ہے، تو اس دل میں مالک کون ومکان، خالق انس وجان رب العزۃ جل تعالیٰ سبحانہٗ کا ٹھکانا نہیں ہو سکتا اور اس دل کو قلب المؤمن بیت اللہ کا شرف حاصل نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ دل میں یاد الٰہی ہو اور اس میں ذرہ برابر بھی غیر اللہ کی محبت والفت نہ ہو، ساتھ ہی اسکے پاس مال ودولت بھی ہو لیکن اسکا دل اس کی محبت سے خالی ہو۔

فائدہ: یاد رہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ والرضوان کی محبت اور اسی طرح اگر کسی اور چیز یا شخص سے محبت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے تو وہ غیر اللہ کی محبت میں شمار نہیں ہو گی۔ بلکہ انکی صحبت و محبت باطنی ترقی اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مفسر قرآن علامہ صاوی علیہ الرحمۃ آیت نمبر ۳۵ سورہ مائدہ کے تحت لکھتے ہیں وسیلہ جس سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے وہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی محبت، صدقات وخیرات، اہل اللہ کی زیارت،

کثرۃ دعا، صلہ رحمی، کثرۃ ذکر وغیرہ یہ سبھی وسیلہ میں سے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جس چیز سے اللہ کا قرب حاصل ہو اس کو لازم پکڑو اور جو اس سے دور کرے اس سے دور رہو۔

۴۔ خلوۃ درانجمن

اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک کا دل ہمیشہ یادالٰہی میں مشغول رہے، خواہ خاموش ہو یا بات چیت کر رہا ہو یا کھا پی رہا ہو، لیکن اس کا دل پلک جھپکنے کی دیر بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ بزرگان دین فرماتے ہیں: اَلصُّوفِیُّ کَائِنٌ فِی الخَلْقِ بِحَسْبِ الظَّاھِرِ وَبَائِنٌ عَنِ الخَلْقِ بِحَسْبِ البَاطِنِ۔ یعنی صوفی وہ ہے جو ظاہر میں تو لوگوں سے میل جول رکھتا ہو لیکن اس کا باطن مخلوق سے بالکل جدا ہو۔

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ "رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللہ" (وہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارۃ اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی) اسی مذکورہ حالت کی طرف اشارہ ہے۔ یہ آیت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جس میں انکے ہر وقت ذکر کرنے اور متوجہ الی اللہ رہنے کا ذکر اور ساتھ ہی بعد والوں کے لیے اسکی ترغیب ہے۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک اور شیخ حضرت عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، شعر:

از دروں شو آشنا واز بروں بیگانہ اش
ایں چنیں زیبا روش کم مے شود اندر جہاں

ترجمہ: اپنے باطن کے متعلق باخبر رہ اور بیرونی اشیاء سے بے خبر ہو جا، کیونکہ ایسی عمدہ وصف جہاں میں کم ہی پائی جاتی ہے۔

مروی ہے کہ کسی شخص نے حضرت شاہِ نقشبند قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ آپکے طریقہ کی بنیاد کس چیز پر ہے۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا خلوت درانجمن پر یعنی ظاہر باخلق اور باطن باخدا ہونے پر ہمارے طریقہ عالیہ کا مدار ہے۔

سیدی و مرشدی حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ ذکر قلبی کی تلقین کے وقت عموماً یہ ارشاد فرماتے تھے دست بکار و دل بیار۔ یعنی ہاتھ کام کاج میں مصروف رہیں لیکن دل محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ مزید فرماتے تھے کہ ہاتھوں سے جائز و حلال طریقہ پر خواہ چوبیس گھنٹے تجارت، زراعت، ملازمت یا مزدوری کرتے رہو، مگر تمہارے دل میں ہر وقت یہ خیال رہے کہ میرا دل ذکر کر رہا ہے اللہ، اللہ، اللہ۔۔۔۔۔۔

از بروں در میانِ بازارم
واز دروں خلوتے است بایارم

ترجمہ: میرا جسم تو بازار میں ہے لیکن میرا باطن اپنے یار یعنی اللہ رب العزت کے ساتھ ہے۔

۵۔ یاد کرد

یاد کرد کا مطلب یہ ہے کہ سالک کو مرشد کامل نے جس طرح بھی ذکر اسم ذات کی تلقین کی ہو، اسی کے مطابق ذکر میں مشغول رہے۔ خواہ وہ ذکر قلبی ہو یا جہری یا نفی و اثبات۔ اس میں سستی و کوتاہی نہ کرے۔ دل کی محبت اور لگن کے ساتھ مسلسل ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ حضورِ حق تعالیٰ حاصل ہو جائے۔

ذکر کن ذکر کن تا ترا جان است
پاکئے دل ز ذکرِ رحمان است

ترجمہ: ذکر کرتے رہو، ذکر کرتے رہو جب تک تمہاری جان میں جان ہے۔ دل کی پاکیزگی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

آیہ کریمہ وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيْرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ کہ اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ کامیابی و کامرانی کا مدار ذکر اللہ پر ہے۔

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں اَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ الذِکْرِ اَنْ یَکُوْنَ الْقَلْبُ دَائِماً حَاضِرًا مَعَ الْحَقِ بِوَصْفِ الْمَحَبَّةِ وَالتَعْظِیْمِ لِاَنَّ الذِّکْرَ طَرْدُ الغَفْلَةِ۔ یعنی ذکر سے مقصود یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حضور محبت اور تعظیم کے اوصاف کے ساتھ حاضر رہے، اس لیے کہ ذکر نام ہی غفلت دور کرنے کا ہے۔

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں۔

باش دائم اے پسر در یادِ حق
گر خبر داری زعدل وداد حق

ترجمہ: اے صاحبزادہ اگر تجھے اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کا علم ہے تو چاہیے کہ ہر وقت اسے یاد کرتا رہ۔

٦۔ بازگشت

یعنی رجوع کرلینااور اسکا مطلب یہ ہے سالک کچھ دیر ذکر کرنے کے بعد بارگاہ الٰہی میں یہ مناجات کرے

خداوندا مقصود ماتوئی ورضائے تو
محبت معرفت خود مرابدہ

ترجمہ: الٰہی میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے، مجھے اپنی محبت و معرفت عطا کردے۔

یہ کلمات دل ہی دل میں کمال عجز وانکساری سے کہے، تاکہ ذکر وفکر سے جو سرور یا نور حاصل ہوا ہو اس پر طالب مغرور نہ ہو، نہ ہی اسکو اپنا مقصود سمجھ لے، بلکہ محبت ورضائے الٰہی کے لیے کوشاں رہے۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اے برادر بے نہایت در گہے است
ہرچہ بروے می رسی در وے مائیست

ترجمہ: بھائی جان یہ بے انتہا درگاہ ہے، جس مقام پر بھی تو پہنچے وہاں کھڑا نہ رہ جا بلکہ آگے بڑھتا رہ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد مرشد قدس سرہٗ سے سنا ہے کہ ذکر میں بازگشت شرط عظیم ہے، لائق نہیں کہ سالک اس سے غافل رہے، ہم نے جو کچھ پایا اسی کی برکت سے پایا ہے۔

۷۔ نگہداشت

نگہداشت کا مطلب یہ ہے کہ سالک ذہنی تصورات اور وسوسوں کو دل سے نکال باہر کردے اور ہر وقت ان خیالات و خطرات کے دل میں آنے سے بیدار و ہوشیار رہے تاکہ کوئی خطرہ دل میں جاکر گھر نہ بنالے کہ پھر اس کے نکالنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ جب بیرونی خطرات و خیالات کا آنا ختم ہو جائے گا تو سالک کو ملکہ جمعیۃ وطمانیت یعنی ایک طرح سے سکون وفرحت حاصل ہو جائے گی اور وہ فناء قلب کا مقام حاصل کرلیگا۔ البتہ اگر پھر بھی خیالات پیدا ہوں یا زائل نہ ہوں تو سالک کو چاہیے کہ ذکر اللہ میں محو ہو جائے اور اپنے شیخ کامل و مکمل کا تصور کرلے تو انشاء اللہ تعالیٰ غیر کے خیالات اور وسوسوں سے چھٹکارہ حاصل ہو جائے گا۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ فرماتے ہیں، سالک کو چاہیے کہ خطرہ و خیال کو ابتداء ہی سے روک دے ورنہ جب یہ ظاہر ہو جائیں گے تو نفس ان کی طرف مائل ہو جائے گا اور جب نفس میں انکا اثر مضبوط ہو جائے گا تو پھر ان کا دور کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔

نگہداشت کا ملکہ حاصل ہو جانے کے بعد سالک نہ فقط غیر کے خیالات و خطرات سے دور رہتا ہے، بلکہ بعض اوقات اسے اپنی جان تک کا علم نہیں رہتا چنانچہ خواجۂ خواجگان حضرت پیر مٹھار حمت پوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ تبلیغ دین اور وعظ و نصیحت میں آپ اس قدر محو و مستغرق رہتے تھے کہ آپ کو گرمی، سردی، بھوک وپیاس کا کوئی احساس نہیں رہتا تھا، اسی برس کے قریب عمر اور خوراک چوبیس گھنٹوں میں فقط ایک چھٹانک آٹے کی روٹی، پھر بھی تبلیغ دین کا اس قدر جذبہ کہ نماز فجر کے بعد جو وعظ شروع فرماتے دوپہر کے ایک دو بج جاتے، بعض اوقات تو نماز ظہر ادا کرکے ہی دولت خانہ میں تشریف لے جاتے تھے۔

۸۔ یادداشت

نگہداشت کی مسلسل کوشش کے بعد سالک کا قلب بلاتکلف خود بخود بے مثل و بے مثال ذات حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور وہ آیت مبارکہ "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ" یعنی وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔ اسے یادداشت کہتے ہیں اور یادداشت کا ملکہ حاصل ہو جانے کے بعد سالک کا دل ذکر حق میں اس قدر محو و مستغرق ہو جاتا ہے کہ خیالات کو پراگندہ و منتشر کرنیوالی چیزوں کا دل پر گذر بھی نہیں ہوتا۔

۹۔ وقوف زمانی

وقوف زمانی سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنے نفس کا جائزہ لیتا رہے اور ہر ساعت کے بعد غور سے دیکھے، اگر گذشتہ وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں گذارا ہو تو شکر کرے اور اگر غفلت ہوئی ہو تو توبہ و استغفار کرے اور آئندہ کے لیے اس سے بچنے کا پختہ ارادہ کر لے اور کبھی بھی شرعی حدود سے باہر قدم نہ رکھے۔ ارشاد خداوندی "وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ" یعنی ہر جان دیکھ لے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے۔ میں اسی جانب اشارہ ہے۔

سیدنا امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، آپ نے فرمایا "حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْ وَزِنُوْا قَبْلَ اَنْ تُوْزَنُوْا وَاَسْتَعِدُّوْا لِلْعَرْضِ الْاَكْبَرِ"۔

ترجمہ: محاسبہ کیے جانے سے پہلے اپنا محاسبہ خود کر لو اور وزن کیے جانے سے پہلے خود وزن کر لو اور تیار ہو جاؤ عرض اکبر یعنی قیامت کے دن کے واسطے جہاں تم سے حساب لیا جائے گا اور تمہارے اعمال تولے جائیں گے۔

۱۰۔ وقوف عددی

ذکر نفی و اثبات میں طاق عدد کی رعایت کرنے کو وقوف عددی کہتے ہیں۔ یعنی ایک ہی سانس میں تین سے لیکر اکیس مرتبہ تک کسی بھی طاق عدد پر سانس لے لے، ابتداء کم عدد مثلاً تین یا پانچ سے کرے اور آہستہ آہستہ تعداد بڑھاتا جائے۔ "اِنَّ اللهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ" کہ اللہ طاق یعنی ایک ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ اس حدیث کے مطابق طاق عدد

جفت سے افضل ہے۔ عدد کی رعایت اس لیے کی جاتی ہے کہ خیالات ادھر ادھر نہ بھٹکیں۔ بالفرض اگر اکیس عدد تک پہنچنے کے باوصف اسکے اثرات ظاہر نہ ہوں تو چاہیے کہ پھر سے ذکر نفی واثبات شروع کرے۔

۱۱۔ وقوف قلبی

وقوف قلبی کا مطلب یہ ہے کہ سالک ہر دم اپنے دل کی طرف جو بائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر واقع ہے، متوجہ رہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی جناب میں دل کی ایسی آگاہی اور حاضری کا نام وقوف قلبی ہے جسکی بدولت دل کو حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ نے حبس دم اور عدد طاق کی رعایت کو ذکر میں لازم نہیں فرمایا، مگر وقوف قلبی کو ذکر کے لیے ضروری قرار دیا ہے، اس لیے کہ بغیر وقوف قلبی کے غفلت کا دور ہونا مشکل ہے اور غفلت کے ساتھ کیا جانے والا عمل بے اثر ہوتا ہے۔ مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

بر زبان تسبیح ودر دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

ترجمہ: تمہاری زبان پر تسبیح اور دل میں گائے اور گدھے کے خیالات ہیں، اس قسم کی تسبیح کیا اثر رکھے گی۔

اسباق طریقہ عالیہ نقشبندیہ

شیخ المشائخ حضرت خواجہ احمد سعید قدس سرہ اربع انہار میں قیوم ربانی حضرت مجدد الف ثانی نوّر اللہ مرقدہ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں۔

لطائف عشرہ

انسان دس لطائف سے مرکب ہے جن میں سے پانچ کا تعلق عالم امر سے ہے اور پانچ کا تعلق عالمِ خلق سے ہے۔

لطائف عالم امر یہ ہیں۔ ا۔ قلب ۲۔ روح ۳۔ سر ۴۔ خفی ۵۔ اخفیٰ

لطائف عالمِ خلق یہ ہیں ا۔ لطیفۂ نفس اور لطائف عناصر اربعہ یعنی ۲۔ آگ ۳۔ پانی ۴۔ مٹی ۵۔ ہوا۔

لطائف عالم امر کے اصول (مرکز) عرش عظیم پر ہیں اور لامکانیت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ان جواہر مجردہ کو انسانی جسم کی چند جگہوں پر امانت رکھا ہے۔

دنیوی تعلقات اور نفسانی خواہشات کی وجہ سے یہ لطائف اپنے اصول کو بھول جاتے ہیں، یہاں تک کہ شیخ کامل و مکمل کی توجہ سے یہ اپنے اصول سے آگاہ و خبر دار ہو جاتے ہیں اور انکی طرف میلان کرتے ہیں۔ اس وقت کشش الٰہی اور قرب ظاہر ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی اصل تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر اصل کی اصل تک، یہاں تک کہ اس خالص ذات یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ تک پہنچ جاتے ہیں جو صفات و حالات سے پاک و مبرّا ہے۔ اس وقت ان سالکین کو کامل فنائیت اور اکمل بقا حاصل ہو جاتی ہے۔

اصلاح لطائف

مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کے یہاں باطن کی صفائی کے لئے سب سے پہلے لطائف عالمِ امر کی اصلاح کا معمول ہے اور اس کے لئے ان حضرات نے تین طریقے مقرر فرمائے ہیں:

- طریقِ اول: ذکر
- طریقِ دوم: مراقبہ
- طریقِ سوم: رابطہ شیخ

سالکِ طریقت جس قدر ان امور کا زیادہ اہتمام کریگا اسی قدر سلوکِ طریقت میں اسے ترقی حاصل ہو گی اور جس قدر ان امور میں کوتاہی کریگا اسی قدر باطنی راستہ طے کرنے میں اسے تاخیر ہو گی۔

طریق اول: ذکر

ذکر کے دو قسم ہیں۔ اول ذکر اسم ذات۔ دوم ذکر نفی و اثبات۔ ذکر اسم ذات کے اسباق یہ ہیں:

سبق اول: ذکر لطیفۂ قلب

وضاحت: دل انسان کے جسم میں بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلہ پر قدرے پہلو کی جانب واقع ہے، (اس لئے ہمارے مشائخ تلقین ذکر کے وقت اس مقام پر انگشت شہادت رکھ کر تین مرتبہ اسم ذات اللہ، اللہ، اللہ، کہتے ہوئے سالک کے دل پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں) ذکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اپنے دل کو دنیوی خیالات و فکرات سے خالی کر کے ہر وقت یہ خیال کرے کہ دل اسم مبارک اللہ، اللہ کہہ رہا ہے۔ زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ زبان تالو سے چسپاں رہے اور سانس حسب معمول آتا جاتا رہے، بس اس طرح اپنے خالق و مالک کی طرف دل کا توجہ ہونا چاہئے، جس طرح ایک پیاسا آدمی زبان سے تو پانی پانی نہیں کہتا لیکن اسکا دل پانی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ بیشک دنیا کے کام کاج کرتے رہیں اس سے کوئی منع نہیں، لیکن دست بکار و دل بیار کے مصداق دل کا توجہ اور خیال ہر وقت اپنے خالق و مالک کی طرف رہے۔ یوں سمجھے کہ فیضان الٰہی کا نور حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر سے ہوتا ہوا پیر و مرشد کے سینہ سے میرے دل میں آرہا ہے اور گناہوں کے زنگ و کدورات ذکر کی برکت سے دور ہو رہے ہیں۔ اگر ادھر اُدھر کے خیالات دل میں آئیں تو ان کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ انشاءاللہ تھوڑا ہی عرصہ اس طریقہ پر محنت و توجہ کرنے سے دل ذاکر ہو جائیگا اور جب دل ذاکر ہو گیا تو سوتے جاگتے، کھاتے پیتے ہر وقت دل ذکر اللہ، اللہ، اللہ، کرتا رہے گا۔

فائدہ: لطیفۂ قلب جاری ہونے کی ظاہری علامت یہ ہے کہ سالک کا دل نفسانی خواہشات کی بجائے محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جائے، غفلت دور ہو اور شریعت مطہرہ کے مطابق عمل کرنیکا شوق پیدا ہو۔ ذکر جاری ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اسکا دل حرکت کرنے لگے یا اسے کشف ہونے لگے، بلکہ ان چیزوں کے درپے ہونا سالک کے لئے مفید نہیں۔ سالک کا اول و آخر مقصد رضائے الٰہی ہونا چاہئے نہ کہ کشف و کیفیات کا حصول۔

جب سالک کا لطیفہ قلب جاری ہو جاتا ہے تو پیر و مرشد مذکورہ طریقہ پر لطیفۂ روح کی تلقین فرماتے ہیں۔

سبق دوم: ذکر لطیفۂ روح

لطیفۂ روح کا مقام داہنے پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلہ پر قدرے پہلو کی جانب واقع ہے۔ سالک کو چاہئے کہ اس مقام پر بھی اسمِ ذات اللہ، اللہ کا توجہ وخیال کرے۔ لطیفۂ روح جاری ہونے سے باطن کی مزید صفائی ہوتی ہے۔

فائدہ: لطیفہ روح جاری ہونے کی علامت یہ ہے کہ طبیعت میں صبر کی وصف پیدا ہوتی ہے اور غصہ پر قابو کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

سبق سوم: ذکر لطیفۂ سرّ

لطیفۂ سر کی جگہ بائیں پستان کے برابر دو انگشت سینہ کی جانب مائل ہے۔ اس لطیفہ میں بھی اسم ذات اللہ کا خیال رکھنے سے ذکر جاری ہو جاتا ہے اور مزید باطنی ترقی حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ: لطیفہ سر جاری ہونے کی علامت یہ ہے کہ ذکر کے وقت عجیب وغریب کیفیات کا ظہور ہوتا ہے، حرص و ہوس میں کمی اور نیکی کے کاموں میں خرچ کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

سبق چہارم: ذکر لطیفۂ خفی

لطیفۂ خفی کا مقام داہنے پستان کے برابر دو انگشت وسط سینہ کی جانب ہے۔ اس لطیفہ کے ذکر کے وقت "یا لَطِيفُ اَدْرِكْنِىْ بِلُطْفِكَ الْخَفِىِّ" پڑھنا مفید ہے۔

فائدہ: اس لطیفہ کے جاری ہونے کی علامت یہ ہے کہ صفات رذیلہ حسد وبخل سے بیزاری حاصل ہو جاتی ہے۔

سبق پنجم: ذکر لطیفہ اخفی

اس لطیفہ کا مقام وسط سینہ ہے۔ سابقہ لطائف کی طرح اس لطیفہ میں بھی ذکر کا تصور وخیال کرنا چاہئے۔

فائدہ: ذکر لطیفہ اخفیٰ کرنے سے فخر و تکبر وغیرہ زائل ہو جاتے ہیں اور یہی لطیفۂ اخفیٰ جاری ہونے کی علامت ہے۔ نیز سالک کو چاہئے کہ لطائف میں ترقی کے ساتھ ساتھ پہلے والے لطائف پر بھی علاحدہ علاحدہ ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ تمام لطائف جاری ہو جائیں۔

سبق ششم: ذکر لطیفہ نفس

لطیفہ نفس کی جگہ وسط پیشانی ہے۔ اس لطیفہ میں بھی سابقہ لطائف کی طرح ذکر کا خیال ہی کرنا ہے۔
فائدہ: لطیفہ نفس کی اصلاح کی علامت یہ ہے کہ سالک ذکر کی لذت میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ نفس کی رعونت و سرکشی بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

سبق ہفتم: ذکر لطیفہ قالبیہ

اس لطیفہ کا دوسرا نام سلطان الاذکار ہے۔ اسکا مقام وسط سر ہے، اس لئے اسکی تعلیم دیتے وقت مشائخ وسط سر یعنی دماغ پر انگلی رکھ کر اللہ، اللہ کہتے ہوئے توجہ دیتے ہیں، جس سے بفضلہ تعالی تمام بدن ذاکر ہو جاتا ہے اور جسم کے روئیں روئیں سے ذکر جاری ہو جاتا ہے۔

فائدہ: لطیفہ قالبیہ جاری ہونے کی ظاہری علامت یہ ہے کہ جسم کا گوشت پھڑکنے لگتا ہے، کبھی بازو کبھی ٹانگ اور کبھی کسی اور حصہ جسم میں حرکت محسوس ہوتی ہے۔ بعض اوقات تو پورا جسم حرکت کرتا محسوس ہوتا ہے۔

سبق ہشتم: ذکر نفی واثبات

توجہ وخیال کی زبان سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ذکر کو نفی واثبات کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک پہلے اپنے باطن کو ہر قسم کے خیالات ماسویٰ اللہ سے پاک و صاف کرے، اس کے بعد اپنے سانس کو ناف کے نیچے روکے اور محض خیال کی زبان سے کلمہ ''لا'' کو ناف سے لیکر اپنے دماغ تک لے جائے، پھر لفظ ''اِلٰهَ'' کو دماغ سے دائیں کندھے کی طرف نیچے لے آئے اور کلمہ ''اِلَّا اللّٰه'' کو پانچوں لطائف عالم امر میں سے گذار کر قوت خیال سے دل پر اس قدر ضرب لگائے کہ ذکر کا اثر تمام لطائف میں پہنچ جائے۔ اس طرح ایک ہی سانس میں چند مرتبہ ذکر کرنے کے بعد سانس چھوڑتے

ہوئے خیال سے ''مُحَمَّدُ رَّسُوْلُ اللهِ'' کہے۔ذکر نفی واثبات کے وقت کلمہ طیبہ کی معنیٰ کہ سوائے ذات پاک کے کوئی اور مقصود و معبود نہیں، کا خیال رکھنا اس سبق کے لئے شرط ہے۔کلمہ ''لا'' ادا کرتے وقت اپنی ذات اور تمام موجودات کی نفی کرے اور ''اِلّا اللهُ'' کہتے وقت ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کا اثبات کرے۔

فائدہ: ذکر نفی واثبات میں طاق عدد کی رعایت کرنا بہت ہی مفید ہے۔اس طور پر کہ سالک ایک ہی سانس میں پہلے تین بار پھر پانچ بار اس طریقہ پر یہ مشق بڑھاتا جائے یہاں تک کہ ایک ہی سانس میں اکیس بار یہ ذکر کرے۔البتہ یہ شرط ولازم نہیں ہے۔طاق عدد کی اس رعایت کو اہل تصوف کی اصطلاح میں وقوف عددی کہا جاتا ہے۔نیز چاہئے کہ ذکر کے وقت بزبان حال کمال عجز وانکساری سے بارگاہ الٰہی میں یہ التجا کرے۔

خداوندا مقصود من توئی ورضائے تو

محبت ومعرفت خود مرا بدہ

ترجمہ: الٰہی تو ہی میرا مقصود ہے اور میں تیری ہی رضا کا طالب ہوں۔تو مجھے اپنی محبت و معرفت عطا فرما۔

چونکہ ذکر نفی واثبات میں غیر معمولی حرارت و گرمی ہوتی ہے،اسلئے ہمارے مشائخ عموماً سردی کے موسم میں اسکی اجازت دیتے تھے۔جبکہ بعض لوگوں کو سردیوں میں بھی سانس روکنا دشوار ہوتا ہے،ایسے لوگوں کو سانس روکے بغیر اور بلا رعایت تعداد ذکر نفی واثبات کی اجازت دی جاتی ہے۔

چونکہ ذکر نفی واثبات تمام سلوک کا خلاصہ اور مکھن ہے اور اس سے غیر کے خیالات کی نفی، محبت الٰہی میں اضافہ اور قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے تو اس سے بعض اوقات توکشف بھی حاصل ہوتا ہے۔لہٰذا سالک کو چاہئے کہ اسکے حصول کی پوری طرح کوشش کرے۔اگر کچھ عرصہ ذکر کرنے کے باوجود مذکور فوائد حاصل نہ ہوں تو سمجھے کہ میرے عمل میں کسی قسم کی کمی رہ گئی ہے۔لہٰذا پھر سے بتائے گئے طریقے کے مطابق ذکر شروع کرے۔

نیز مشائخ نے فرمایا ہے کہ اس ذکر کے دوران اعتدال طبع کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔مرغّن غذا اور ہضم کے مطابق دودھ استعمال کرنا چاہئے تاکہ گرمی کی وجہ سے دماغ میں خشکی پیدا ہو کر ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔

سبق نہم: ذکر تہلیل لسانی

ذکر تہلیل لسانی کا طریقہ بعینہ وہی ہے جو ذکر نفی واثبات میں بیان ہوا۔ فرق یہ ہے کہ اس میں سانس نہیں روکا جاتا اور کلمہ طیبہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کا ذکر زبان سے کیا جاتا ہے۔

فائدہ: رات اور دن میں کم از کم گیارہ سو مرتبہ کلمہ طیبہ کا یہ ذکر کیا جائے۔ اسکی اعلیٰ تعداد پانچ ہزار ہے۔ اس سے زیادہ جتنا چاہے کلمہ شریف کا یہ ورد کرے۔ اس سے زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ ایک ہی وقت میں یہ تعداد مکمل کرنا بھی ضروری نہیں اور نہ ہی باوضو ہونا شرط ہے۔ البتہ باوضو ہونا بہتر ہے۔ رات اور دن میں جب چاہے حضور قلب کے ساتھ معنی کا خیال کرکے ذکر کیا جائے۔

ذکر تہلیل لسانی سے حضور قلب حاصل ہوتا ہے اور لطائف کو اپنے موجودہ مقامات سے اوپر کی طرف ترقی حاصل ہوتی ہے اور غیر کے خطرات وخیالات کی نفی ہوتی ہے۔ بعض اوقات واردات کا نزول بھی ہوتا ہے۔

طریق دوم مراقبہ

لطائف عالم امر کی اصلاح کا دوسرا طریقہ مراقبہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ذکر اور رابطہ شیخ کے سوا تمام خیالات وخطرات سے دل کو خالی کرکے رحمت الٰہی کا انتظار کیا جائے۔ اسی انتظار کا نام مراقبہ ہے۔ چونکہ فیض ورحمت الٰہی کا نزول لطائف پر ہوتا ہے اس لئے لطائف کی مناسبت سے ان مراقبات کے نام بھی جدا جدا اور انکی نیات بھی مختلف ہیں۔

سبق دہم: مراقبہ احدیت

مراقبہ احدیت کی نیت کرتے وقت سالک دل میں یہ پختہ خیال رکھے کہ میرے لطیفہ قلب پر اس ذات والاصفات سے فیض آرہا ہے جو اسم مبارک اللہ کا مسمّیٰ (مصداق) ہے۔ وہی جامع جمیع صفات کمال ہے اور ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔ یہ خیال کرکے فیض الٰہی کے انتظار میں بیٹھ جائے۔ اس مراقبہ سے سالک کو حق تعالیٰ کا حضور اور اسکے ماسوا سے غفلت حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ: مراقبہ احدیت کے بعد ولایت صغریٰ کے مراقبات مشارب کا مقام آتا ہے جسے دائرہ ممکنات بھی کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے مراقبات مشارب پانچ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک لطیفہ کا مراقبہ کرتے وقت سالک کو چاہیئے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم تک اپنے سلسلہ کے تمام مشائخ کے ان لطائف کو اپنے لطیفہ کے سامنے تصور کر کے یہ خیال کرے کہ اس لطیفہ کا خاص فیض جو بارگاہِ الٰہی سے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کے اس لطیفہ مبارک میں آرہا ہے، بترتیب مشائخ سلسلہ عالیہ کے، اسی لطیفہ سے ہوتا ہوا میرے اس لطیفہ میں پہنچ رہا ہے۔ نیز جاننا چاہیئے کہ ان میں سے ہر ایک لطیفہ کا اثر و فائدہ دوسرے سے مختلف ہے۔ اسلئے جب تک پہلے والے لطیفہ کا اثر سالک کے لطیفہ میں محسوس نہ ہو، دوسرا مراقبہ شروع نہ کیا جائے۔ ورنہ سلوک کا اصل مقصد یعنی مقام فنا تک رسائی نصیب نہ ہوگی۔

مراقبات مشارب

سبق یازدہم: مراقبہ لطیفہ قلب

اس مراقبہ میں سالک اپنے لطیفہ قلب کو حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ قلب کے بالکل سامنے تصور کر کے زبانِ خیال سے بارگاہِ الٰہی میں یہ التجا کرے ”یاالٰہی تجلیات افعالیہ کا وہ فیض جو آپ نے ہمارے آقا و مولیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ قلب سے حضرت آدم علیہ السلام کے لطیفہ قلب میں القا فرمایا ہے وہ حضرات پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ قلب میں القا فرما۔“

فائدہ: سالک کو جب لطیفہ قلب کی فنا حاصل ہو جاتی ہے تو اپنے افعال بلکہ تمام مخلوق کے افعال کو حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کے افعال کا اثر و پرتو سمجھنے لگتا ہے اور کائنات کی تمام ذات وصفات کو حق تعالیٰ کی ذات وصفات کا مظہر سمجھتا ہے اور اسکا قلب دنیا کی خوشی خواہ غم سے متاثر نہیں ہوتا۔ یہ اسلئے ہے کہ اسوقت اسے فاعل حقیقی یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی اور کا فعل نظر ہی نہیں آتا۔

سبق دوازدہم: مراقبہ لطیفۂ روح

اس مراقبہ کے وقت سالک اپنے لطیفۂ روح کو آنحضرت سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ روح کے سامنے تصور کر کے بزبان خیال بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کرے ''یاالٰہی ان صفات ثبوتیہ یعنی علم قدرت، سمع، بصر وارادہ وغیرہ کی تجلیات کا فیض جو تونے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ روح سے حضرت نوح علیہ السلام کے لطیفہ روح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لطیفہ روح میں مرحمت فرمایا تھا، حضرات پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ روح میں القافرما۔''

فائدہ: سالک کو جب لطیفہ روح میں فنا حاصل ہو جاتی ہے تو اسکی نظر سے اپنی اور تمام مخلوقات کی صفات اوجھل ہو جاتی ہیں اور وہ تمام صفات حق تعالیٰ ہی کے لئے سمجھنے لگتا ہے۔

سبق سیزدہم: مراقبہ لطیفہ سر

اس مراقبہ میں سالک اپنے لطیفہ سر کو حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ سر مبارک کے سامنے تصور کر کے زبانِ خیال سے بارگاہِ الٰہی میں یہ التجا کرے ''یاالٰہی ان تجلیاتِ ذاتیہ کا فیض جو تونے سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ سر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ سر میں القافرمایا ہے، حضرات پیران کبار کے صدقے میں میرے لطیفہ سر میں القافرما۔''

فائدہ: سالک کو جب لطیفہ سر میں فنا حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اپنی ذات کو ذاتِ حق تعالیٰ میں اس قدر مٹا ہوا پاتا ہے کہ اسے ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کوئی اور ذات نظر ہی نہیں آتی۔ اس مقام پر سالک کو نہ تو کسی کی تعریف و توصیف کرنے سے خوشی حاصل ہوتی ہے، نہ کسی کے طعن و ملامت کی پرواہ ہوتی ہے۔ بس ہر وقت ذات حق سبحانہ و تعالیٰ میں مستغرق رہتا ہے۔

سبق چہاردہم: مراقبہ لطیفہ خفی

اس سبق میں سالک اپنے لطیفہ خفی کو سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ خفی کے سامنے تصور کر کے زبانِ خیال سے بارگاہ الٰہی میں یہ التجا کرے ''یاالٰہی تجلیات صفات سلبیہ کا فیض جو تونے آنحضرت سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلم

کے لطیفہ خفی مبارک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ خفی میں القافرمایا ہے، حضرات پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ خفی میں القافرما۔''

فائدہ: صفات سلبیہ سے وہ تمام صفات مراد ہیں جو نقص و عیب میں شمار ہوتی ہیں اور ذات باری تعالیٰ ان سے پاک ومنزہ ہے۔ مثلاً اولاد، بیوی، جسم، جوہر، عرض، زمان ومکان وغیرہ۔

سبق پانزدہم: مراقبہ لطیفہ اخفیٰ

اس سبق میں سالک اپنے لطیفہ اخفیٰ کو آنحضرت سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ اخفیٰ کے سامنے تصور کر کے زبان خیال سے یہ عرض کرے ''یاالٰہی تجلیات شان جامع کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ اخفیٰ مبارک میں القافرمایا ہے، حضرات پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ اخفیٰ میں القافرما۔''

فائدہ: سالک کو جب لطیفہ اخفی میں فنائیت حاصل ہو جاتی ہے تو اسے حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کا خصوصی قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ اسلئے اس کے لئے اخلاق الٰہی اور اخلاق نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے متصف ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ بالخصوص نماز میں بہت لذت حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ: عالم امر کے ان پانچوں لطائف کی فنائیت کے بعد دائرہ امکان کی سیر ختم ہو جاتی ہے۔ بعض مشائخ نے انوار و تجلیات دیکھنے کو اس دائرہ کے طے کرنے کی علامت فرمایا ہے۔ واضح رہے کہ دائرہ امکان کا نصف زمین سے عرش تک ہے اور دوسرا نصف عرش سے اوپر ہے۔ جبکہ عالم خلق عرش سے نیچے ہے۔ اسکی شکل یہ ہے :

اصل اخفیٰ
اصل خفی
اصل سر
اصل روح
اصل قلب
عرش
اخفیٰ
خفی
سر
روح
قلب
خاک
باد
آب
باہ
نفس
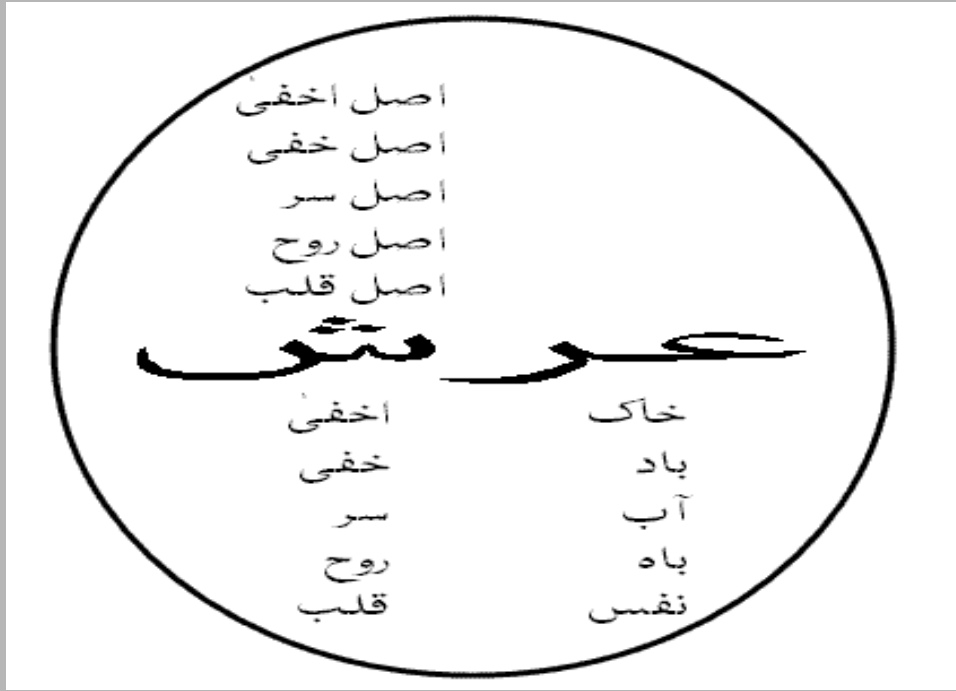
اس کے بعد مراقبہ معیت کیا جاتا ہے۔

سبق شانزدہم: مراقبہ معیت

اس مراقبہ میں آیت کریمہ ''وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ''یعنی وہ ہر جگہ تمھارے ساتھ ہے، کی معنٰی کا خیال کر کے خلوص دل کے ساتھ یہ خیال و تصور کرے کہ اس ذات پاک سے میرے لطیفہ قلب پر فیض آ رہا ہے، جو میرے ساتھ اور تمام موجودات کے ہر ذرہ کے ساتھ ہے، اس شان کے مطابق جو وہ چاہتا ہے۔ اس سبق میں منشاء فیض ولایت صغریٰ کا دائرہ ہے جو اولیاء عظام کی ولایت اور اسماء حسنہ اور صفات مقدسہ کا سایہ ہے۔ اس مقام میں تہلیل لسانی یعنی ''لا الٰہ الا اللہ'' کا زبانی ذکر معنی کا لحاظ کرتے ہوئے، اس طرح کہ سالک کی توجہ قلب کی طرف ہو اور قلب کی توجہ اللہ تعالی کی طرف ہو، بہت فائدہ دیتا ہے۔

فائدہ: اس مقام پر سالک کو فنائے قلبی اور بقائے قلبی و دوام حضور حاصل ہوتا ہے۔ یعنی یاد الٰہی میں اس قدر مستغرق ہو جاتا ہے کہ اس کے ماسوا کو بالکل بھول جاتا ہے اور کسی بھی لمحہ اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتا۔ اس مقام پر سالک کو لوگوں سے وحشت اور بیگانگی ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ ذکر اور مقام حیرت میں محو رہتا ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ دائمی حضور و بقا پر دائرہ ولایت صغریٰ کی تکمیل ہوتی ہے۔

رابطہ شیخ

یار رفت از چشم لیکن روز و شب در خاطر است

گر بصورت غائب است اما بمعنٰی حاضر است

ترجمہ: میرا محبوب میری نظروں سے تو دور چلا گیا ہے لیکن رات دن میرے دل میں موجود ہے۔ اگرچہ ظاہری طور پر وہ غائب ہے لیکن حقیقت میں وہ حاضر ہی ہے۔

رابطہ کا لفظ ربط سے مشتق ہے جسکی معنٰی ہے کسی چیز کو مضبوط باندھنا۔ اس لئے عربی میں گلدستہ اور پیکٹ کو ربط کہتے ہیں۔ تصوف و طریقت میں رابطہ شیخ کا مطلب یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ سے مضبوط و مستحکم نسبت و تعلق قائم کرے اور اس جیسے اخلاق و اعمال اپنانے کے لئے اسکی صحبت و خدمت اختیار کرے اور جب شیخ موجود ہو تو ادب و عقیدت سے اس کے دونوں ابروؤں کے درمیان نظر رکھے، کسی اور طرف توجہ نہ کرے، اور جس وقت شیخ موجود نہ ہو تو اس کی صورت کو پیشِ نظر تصور کرے۔ جس طرح آدمی گھر سے باہر ہوتا ہے تو دانستہ یا نادانستہ اپنے گھر میں بسنے والے افراد اور قیمتی مال و متاع کا تصور کرلیتا ہے کہ فلاں آدمی فلاں جگہ پر ہوگا اور فلاں چیز کمرے کے فلاں کونے یا الماری میں ہوگی، اسی طرح اپنے شیخ کو مسجد و محفل میں یا عبادتِ الٰہی میں مصروف تصور کرے۔ چونکہ اولیاء اللہ کے تمام اعمال و افعال اور اقوال احکامِ الٰہی کے عین مطابق ہوتے ہیں، مضبوط و مستحکم نسبت رکھنے والا مرید بھی "اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُ مُطِیع"۔ یعنی محبت کرنے والا اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے، کے مطابق وہی اخلاق و اعمال اپنانے کی کوشش کرتا ہے، جو اسکے شیخ کے ہوتے ہیں۔

تصور شیخ کا قرآن مجید سے ثبوت

سورۃ یوسف میں ارشادِ خداوندی ہے۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ○

ترجمہ: اگر حضرت یوسف علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام اپنے پروردگار کے برہان کو نہ دیکھتے تو سیدہ زلیخا کی طرف متوجہ ہو جاتے۔

اس آیہ کریمہ میں وارد لفظ برہان کے متعلق مفسرین کرام کی رائے یہ ہے کہ اس سے حضرت یعقوب علیہ السلام مراد ہیں، جن کی شکل مبارک اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو نظر آئی اور آپ سے کلام بھی فرمایا تھا۔ حالانکہ اس وقت باپ بیٹے ایک دوسرے سے بظاہر کوسوں دور تھے، لیکن باہمی قلبی رابطہ انتہائی مضبوط و مستحکم تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی قرآنی آیات میں غور وفکر کرنے کا بھی امر فرمایا ہے۔ دیکھئے سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۶، سورہ غاشیہ آیت نمبر ۱۷ اور سورۃ نحل آیت نمبر ۸۔ ظاہر ہے جب آدمی ان آیات مبارکہ کی تلاوت کریگا اور ان کے معانی و مطالب پر غور کریگا تو کسی نہ کسی صورت میں ان افراد و اشیاء کا تصور تلاوت کرنے والے کے ذہن وخیال میں آئیگا اور وہ اس کی نصیحت عبرت اور تقویت ایمان کا باعث بھی بنے گا، اسی طرح شیخ کامل کا غائبانہ تصور جسے صوفیاء کرام رابطہ کہتے ہیں سالک کی ہدایت واصلاح کا باعث بنتا ہے۔

رابطہ شیخ کا ثبوت حدیث شریف سے

حضرت مولانا عبدالحٰی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب حلیۃ الاولیاء کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ مبارک نقل کیے ہیں "وَاللہِ کَاَنِّیْ اَرٰی رَسُوْلَ اللہِ صلّی اللہ علیہ وسلم فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ" یعنی خدا کی قسم گویا کہ میں غزوہ تبوک کے موقعہ پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں۔ حضرت مولانا عبدالحیی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث شریف ذکر کرنے کے بعد وضاحت سے تحریر فرمایا۔

فَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَاَمْثَالِهِ الْوَارِدَةِ فِي الصِّحَاحِ اسْتَنْبَطُوْا جَوَازَ تَصَوُّرِ الشَّيْخِ وَلَه وَجْهٌ لٰكِنَّهٗ لَايَفْهَمُ الْمُنَاظِرُ (ھدایۃ الانسان صفحہ ۱۰۲)	اس حدیث شریف اور اس جیسی دوسری احادیث جو کہ صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، جامع ترمذی، نسائی شریف و دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں، سے صوفیاء کرام نے تصور شیخ کو جائز ثابت کیا ہے اور یہ حقیقت بھی ہے لیکن اس بات کو مناظرے کرنے والے (جن کو تنقید برائے مخالفت کی عادت ہے) نہیں سمجھ پائیں گے۔

رابطہ شیخ کے بارے میں حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں: سالک کے لئے سب سے زیادہ قریب راستہ رابطہ شیخ ہے۔

بالفاظہ بدانند کہ حصول رابطۂ شیخ مرید را بے تکلف و بے تعمل علامتِ تام است در میان پیر و مرید کہ سبب افادہ و استفادہ است و ہیچ طریقے اقرب بوصول از طریقِ رابطہ نیست، تا کدام دولتمند را بآں سعادت مستسعد سازند۔

(مکتوب نمبر ۱۸۷ دفتر اول حصہ سوم)

جاننا چاہئے کہ بلا تکلف و محنت رابطۂ شیخ میسر آجائے تو یہ پیر و مرید کے مابین مکمل مناسبت کی علامت ہے اور یہی فائدہ حاصل کرنے اور فائدہ پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ وہ خوش قسمت آدمی ہے جسے یہ سعادت نصیب ہو۔

اسی موضوع پر مشہور بزرگ عارف باللہ حضرت شیخ شرف الدین احمد بن یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

مرید را باید کہ ربطِ قلب با پیر بود و معنٰی ربطِ قلب ایں است کہ بداند کہ مرا بخدائے تعالیٰ نرساند مگر پیرِ من ''اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِهٖ'' اشارہ در حقِ ایشاں است و ہر چہ پیر بفرماید ازاں تجاوز نکند اگرچہ ہزاراں ہم عصر بآنجا باشند و در آں وقت دیگراں ہم پیراں و مرشد آں باشند و گویند کہ اگر مرید بداند کہ بہتر از پیر من دیگرے ہست در کار مریدی درست نباید و غرض او حاصل نہ شود۔

(لطائف المعانی ملفوظات حضرت یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۴)

یعنی مرید کو چاہیے کہ اپنے پیر سے رابطہ قلب قائم کرلے۔ رابطہ قلب کا مطلب یہ ہے کہ مرید یہ سمجھے کہ مجھے میرا پیر ہی خدا تعالیٰ سے ملائیگا کوئی دوسرا نہیں۔ پیر اپنے مریدین کو اس طرح فائدہ اور فیض پہنچاتا ہے جس طرح نبی اپنی امت کو۔ ''الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ'' میں اسی جانب اشارہ ہے۔ مرید کو چاہیے کہ جو کچھ پیر حکم فرمائے اس پر عمل کرے، اس سے آگے نہ بڑھے، اگرچہ انکے ہزاروں ہم عصر دوسرے پیر و مرشد بھی موجود ہوں۔ نیز مشائخ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرید یہ خیال کرے کہ میرے پیر سے بڑھ کر اور کوئی بزرگ ہے تو اس کی مریدی ابھی ناتمام ہے اور اسے پورا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

مکتوبات امام ربانی سے درس

درس نمبر ا۔ قربِ الٰہی کا اہم ذریعہ فرائض کی بروقت اور درست ادائیگی ہے۔

مکتوب نمبر ۲۹

بنام: شیخ نظام الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ: عبارت مکتوب مثلاً: مقربات اعمال فرائض اند یا نوافل۔۔۔تا ہمیں حکم دارد

ترجمہ: بندہ کو اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچانے والے اعمال فرائض ہیں یا نوافل۔ فرائض کے مقابلے میں نوافل کا کوئی اعتبار نہیں۔

فرائض میں سے کسی ایک فرض کو وقت میں ادا کرنا ہزار سال کے نوافل ادا کرنے سے بہتر ہے، اگرچہ وہ نوافل اخلاص نیت کے ساتھ ادا کئے جائیں۔ وہ نوافل نماز ہوں یا زکواۃ، روزہ ہوں یا ذکر و فکر یا انکی مثل کوئی اور نفلی عمل ہو۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ فرائض کی ادائیگی کے وقت اس فرض کی سنتوں میں سے کسی سنّت یا مستحبات میں سے کسی مستحب کی رعایت کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔

وضاحت: یعنی فرض ادا کرتے وقت اس کی سنتوں اور مستحبوں کی رعایت کرنا علیحدہ نوافل ادا کرنے سے افضل ہے۔ اس لئے کہ فرائض تو دین کیلئے ستون کی مانند ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ "اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّیْنِ "یعنی نماز دین کا ستون ہے۔ نیز فرائض قربِ الٰہی کا اہم ذریعہ ہیں۔ حدیث قدسی میں ہے کہ

وَمَا تَقَرَّبُ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا اَفْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحبَبْتُہٗ	ترجمہ: میرا بندہ میرا قرب حاصل کرنے کیلئے جو کچھ کرتا ہے میرے نزدیک ان میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ عبادت ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے، اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں۔

درس نمبر ۲۔ نماز باجماعت

مکتوب نمبر ۲۹

بنام: شیخ نظام تھانیسری علیہ الرحمۃ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

اَمَّا بَعْدُ: منقول است کہ روزے امیرالمؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز بامداد را بجماعت گذاردند۔۔۔۔۔۔تا۔۔۔۔بجماعت می گذارد بہتر مے بود۔

روایت میں آتا ہے کہ ایک روز امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا کی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد جماعت کی طرف دیکھا تو اپنے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی کو موجود نہ پاکر حاضرین سے دریافت فرمایا فلاں شخص حاضر نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ رات کا اکثر حصہ بیدار رہتے ہیں، ممکن ہے کہ اس وقت سوگئے ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر وہ ساری رات سوئے رہتے اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔

درس نمبر ۳۔ آدابِ نماز کی رعایت

مکتوب نمبر ۲۹

بنام۔ شیخ نظام تھانیسری علیہ الرحمۃ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد: پس رعایت ادب یا اجتناب از مکروہے۔۔۔۔تا ازاں بہتر است۔۔اور امام اعظم رضی اللہ عنہ۔۔تا قضا فرمودند۔

ترجمہ: لہٰذا کسی ایک مستحب کی رعایت کرنا اور مکروہ سے بچنا خواہ وہ مکروہ تنزیہی ہو، ذکر و فکر اور مراقبہ و توجہ سے بدرجہا بہتر ہے چہ جائیکہ مکروہ تحریمی ہو۔ہاں البتہ اگر یہ چیزیں مذکورہ رعایت اور پرہیز کے ساتھ مذکورہ امور جمع ہو جائیں تو ''فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا'' پھر یقیناً بڑی کامیابی ہے۔ورنہ اس کے بغیر بالکل بے فائدہ تکلیف ہے۔مثلاً زکوٰۃ کی مد میں ایک پیسہ ادا کرنا نفلی طور پر سونے کے پہاڑ صدقہ کرنے سے افضل ہے۔اسی طرح صدقہ کے آداب کا لحاظ رکھنا مثلاً قریبی رشتیدار، مسکین کو دینا بہت ہی بہتر ہے۔حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے وضو کے مستحبات میں سے ایک مستحب ترک ہو جانے کی بنا پر اپنی چالیس سال کی نمازیں دوبارہ پڑھیں۔

درس نمبر ۴۔ علم مجاہدے کا نام ہے

مکتوب نمبر ۲۹

بنام۔ شیخ نظام تھانیسری علیہ الرحمۃ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ: علم میان دو مجاہدہ است، یکے مجاہدہ در طلب آں قبل از حصول، و مجاہدہ دوم در استعمال آں بعد از حصول پس باید ہم چنانکہ در مجلس شریف از کتب تصوف مذکور می شود از کتب فقھیہ نیز مذکور شود و کتب فارسی بعبارات فارسی بسیار اند مثل مجموعہ خانی، و عمدۃ الاسلام، و کنز فارسی بلکہ از کتب تصوف اگر مذکور نہ شود باکے نیست کہ باحوال تعلق دارد و در قال در نہ می آید و۔۔۔ والتسلیمات

ترجمہ: علم دو مجاہدوں کے درمیاں ہوتا ہے۔ ایک مجاہدہ وہ جو علم حاصل ہونے سے پہلے اس کی طلب میں کیا جاتا ہے اور دوسرا مجاہدہ وہ ہے جو علم حاصل کرنے کے بعد استعمال کے وقت ہوتا ہے۔ تو چاہئے کہ جس طرح آپ کی مجلس شریف میں تصوف کی کتابوں کا درس ہوتا ہے اسی طرح فقہ کی کتابوں کا درس بھی ہونا چاہئے۔ فقہ کی کتابیں فارسی زبان میں عام ہیں۔ مثلاً مجموعہ خان، عمدۃ الاسلام، اور کنز فارسی بلکہ اگر تصوف کی کتابوں کا ذکر نہ ہو تو کچھ خوف نہیں کیونکہ وہ احوال سے تعلق رکھتے ہیں اور قال میں نہیں آتے جبکہ فقہ کی کتابوں کا مذکور نہ ہونا نقصان کا احتمال رکھتا ہے۔ مزید کیا طویل بیانی کی جائے۔ اَلْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ تھوڑا کلام زیادہ پر دلالت کرتا ہے۔ شعر:

اندکے پیش تو گفتم غمِ دل ترسیدم کہ
دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ: آپ کے سامنے دل کا غم بہت کم بیان کیا ہے اس خوف سے کہ کہیں آپ کی دل آزاری نہ ہو ورنہ باتیں بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم کی کمال متابعت نصیب فرمائے۔ آمین

درس نمبر ۵۔ صحبت کے فائدے

دفتر اول، حصہ سوم، مکتوب نمبر ۱۷۹

بنام۔ پہلوان محمود علیہ الرحمۃ

ثَبَّتَکُمُ اللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ عَلٰی جَادَۃِ الشَّرِیۡعَۃِ

امابعد: سعادتمند کسے است کہ دلش از دنیا سرد شدہ باشد والا کرام

اللہ تعالیٰ آپ کو شریعت کی شاہراہ پر استقامت سے رکھے۔ آمین۔ سعادتمند آدمی وہ ہے جس کا دل دنیا کی محبت سے خالی ہو گیا ہو اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھرا ہوا ہو۔ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا ترک کرنا تمام عبادتوں کا سردار ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور جب سے اسے پیدا کیا ہے اس کی طرف نظر نہیں فرمائی، دنیا اور دنیادار طعن وملامت سے داغدار ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ "اَلدُّنۡیَا مَلۡعُوۡنٌ وَالۡمَلۡعُوۡنَۃُ مَافِیۡھَا اِلَّا ذِکۡرُ اللّٰہِ" دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر۔ چونکہ اللہ کا ذکر کرنے والے لوگ بلکہ ان کے وجود کا ہر ایک ذرہ اللہ سبحانہٗ کے ذکر میں پُر ہے اس لئے وہ اس وعید سے خارج ہونگے بلکہ وہ دنیاداروں کے شمار میں بھی نہیں آتے۔ اس لئے کہ دنیا کہتے ہی اس چیز کو ہیں جو دل کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی یاد سے باز رکھے اور اس کے غیر کے ساتھ مشغول کردے۔ خواہ وہ جاہ طلبی، حکمرانی کی خواہش ہو یا ننگ وناموس، عزت وشہرت پر فخر۔ ارشاد خداوندی ہے کہ

"فَاَعۡرِضۡ عَمَّنۡ تَوَلّٰی عَنۡ ذِکۡرِنَا" ترجمہ: پھر منہ موڑلے اس شخص سے جس نے ہمارے ذکر سے منہ موڑ رکھا ہے۔

نص قطعی ہے۔ لہٰذا جو کچھ بھی دنیا کی قسم سے ہے وہ وبال جان ہے اور دنیادار لوگ دنیا میں ہمیشہ تفرقہ وپریشان حالی میں ہیں اور آخرت میں بھی حسرت وندامت والوں میں سے ہونگے۔ دنیا کی ترک کی حقیقت سے مراد یہ ہے کہ اس میں رغبت ترک کردی جائے اور ترک رغبت اس وقت مکمل سمجھا جائے گا جب اس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہو جائیں اور یہ

نعمت اہل اللہ کی صحبت کے بغیر حاصل ہونا بہت ہی مشکل ہے۔اگر ایسے بزرگوں کی صحبت میسر آجائے تواس کو غنیمت سمجھ کر اپنے آپ کو ان کے سپرد کردینا چاہیے۔ میاں شیخ مزملؒ کی صحبت آپ لوگوں کیلئے غنیمت ہے،ایسے عزیزالوجود عزیز سرخ گندھک سے زیادہ نایاب ہیں۔

وضاحت: مشائخ کرام کے خلفاء کرام یا تربیت یافتہ مریدین جس شہر یا بستی میں رہتے ہوں، مقامی لوگوں کو چاہئے کہ انکی قدر کریں اوران سے اپنے شیخ کے فیوض و برکات حاصل کریں۔ خلفاء کرام مشائخ کے نائب ہوتے ہیں،ان کے حلقہ ذکر اور صحبت سے روحانی و باطنی ترقی ہوتی ہے۔ان کو اپنے جیسا آدمی سمجھنا نادانی ہے۔ گو بظاہر وہ کم علم یا سادہ صفت ہوں لیکن انکے سینوں میں موجود فیض اکسیر اعظم کا اثر رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضور سید البشر محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کے نائبین کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اٰمین۔ رَزَقَنَا اللہُ سُبْحَانَہٗ اللہ۔ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو حضرت سید البشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم کی اتباع پر استقامت عطا فرمائے والسلام والا کرام۔

درس نمبر ٦۔ دوام ذکر

حصہ سوم، مکتوب نمبر ١٩٠

بنام۔ میر محمد نعمان علیہ الرحمۃ کے فرزندوں میں سے ایک فرزند کو لکھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنِ وَ آلِہِ الطَّاھِرِیْنِ اَجْمَعِیْنِ

داناو آگاہ باشی۔۔۔۔تا۔۔ملاحظہ نمائی۔

آگاہ و باخبر ہو جائیں کہ آپ کی بلکہ تمام اولاد بنی آدم کی سعادت، نجات اور فلاح سب کچھ اللہ جل سلطانہ کے ذکر میں ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے تمام اوقات کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں صرف کریں اور ایک لمحہ بھی غفلت نہ برتیں۔اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی ابتدا ہی میں دوام ذکر میسر آ جاتا ہے اور ابتداء میں نہایت کے درج ہونے کے طریقے کی وجہ سے یہ نعمت حاصل ہو جاتی ہے۔اس لئے طالب کیلئے اس طریقہ کا اختیار کرنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے بلکہ لازم وواجب ہے۔ پس تجھے چاہئے کہ اپنے قلب کی توجہ کا رخ دوسرے تمام اطراف سے پھیر کر مکمل طور پر اس طریقہ عالیہ کے مشائخ کرام کی طرف متوجہ کر دیں اور ان کے باطن پاک سے مدد طلب کریں۔ ابتداء میں ذکر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چاہئے کہ قلب صنوبری کی طرف متوجہ رہیں۔ یہ گوشت کا لو تھڑا حقیقی قلب کیلئے ایک حجرہ کی مانند ہے۔اسم مبارک کا اسی قلب سے تصور کریں اور اس وقت جان بوجھ کر کسی عضو کو حرکت نہ دیں بلکہ مکمل طور پر قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائیں اور اپنی قوت متخیلہ میں قلب کی صورت کو بھی جگہ نہ دیں، نہ اسکی طرف متوجہ رہیں۔ اسلئے کہ مقصود چیز قلب کی طرف متوجہ ہونا ہے، اس کی اپنی صورت مقصود نہیں ہے۔ اس وقت اسم جلالت اللہ کا بے چوں و چگوں یعنی کسی صورت و کیفیت کے بغیر تصور کریں۔

درس نمبر ۷۔ رابطہ شیخ

مکتوب نمبر ۱۹۰

بنام۔ میر محمد نعمان بدخشی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادہ کے نام

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ: اگر در وقت ذکر گفتن صورت پیر بے تکلف ظاہر شود۔۔۔۔تا۔۔۔۔والسلام

ذکر کرتے وقت اگر بے تکلف پیر کی صورت ظاہر ہو تو اس کو بھی قلب کی طرف لیجانا چاہئے اور قلب میں نگاہ رکھتے ہوئے ذکر کرنا چاہئے۔ کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ پیر کون ہوتا ہے؟ پیر وہ شخص ہے جس سے تو اللہ جلشانہ کی بارگاہ میں پہنچنے کا طریقہ سیکھے۔ اور اس راہ میں وہ مرید کی مدد و اعانت کرے۔ صرف کلاہ دامنی اور شجرہ جو رسم کے طور پر معروف ہو گئے ہیں پیری و مریدی کی حقیقت سے خارج ہیں، یہ صرف ایک رسم و عادت ہے۔ البتہ اگر شیخ کامل سے تبرک کے طور پر کوئی کپڑا ہاتھ آجائے تو اعتقاد و اخلاص کے ساتھ اسے پہن کر زندگی گزار دی جائے۔ اس صورت میں عمدہ ثمرات اور نتائج حاصل ہونے کی قوی امید ہے۔ اور تجھے یاد رکھنا چاہیے کہ خواب اور واقعات جو سالکین کے قلوب پر واقع ہوتے ہیں کسی اعتماد و اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی نے خواب میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھا یا اپنے آپ کو قطب وقت پایا اور فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ ہاں اگر خواب کے بغیر بیداری میں کوئی بادشاہ یا قطب بن جائے تو یہ حقیقت مسلَّمہ ہے۔ لٰہذا وہ احوال و مواجید جو بیداری اور ہوشیاری کی حالت میں ظاہر ہوں اس پر اعتماد کرنے کی گنجائش ہے، ورنہ اس کی حیثیت کچھ بھی نہیں۔ نیز جاننا چاہئے ذکر کا نفع اور اس پر اثرات کا مرتب ہونا شریعت کے احکام بجالانے سے وابستہ ہے۔ لٰہذا فرائض و سنتوں کے ادا کرنے اور حرام و مشتبہ چیزوں سے بچنے کے معاملے میں پوری طرح احتیاط کرنی چاہئے۔ چھوٹے بڑے ہر مسئلے میں علماء کی طرف رجوع کرنا اور انکے فتوے کے موافق عمل کرنا چاہیے۔ والسلام

درس نمبر ۸۔ اتباعِ سنت

مکتوب نمبر ۴۲

بنام۔ شیخ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ: سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ آدمی تازمانے کہ بدنس تعلقات پراگندہ متلوث است محروم ومھجور است۔۔۔تا۔۔۔الدولۃ

ترجمہ۔ آدمی جب تک خیالات کو منتشر کرنیوالے تعلقات کی میل کچیل سے آلودہ ہے محروم ہے اور محبوب حقیقی سے دور ہے۔ حقیقتِ جامع کے آئینہ کو غیر اللہ کی محبت کے زنگ سے پاک وصاف کرنا بہت ضروری ہے اور اس زنگ کو دل سے دور کرنیوالا سب سے بہتر آلہ حضرت محمد مصطفٰی علیہ الصلواۃ والسلام کی روشن سنتوں کی تابعداری ہے۔ اسلئے کہ اتباع سنت کا مدار ہی نفسانی عادتوں کے ہٹانے اور برے رسموں کے مٹانے پر ہے۔ لہٰذا اس شخص کو مبارک ہو جسے یہ اتباع سنت کی عظیم نعمت حاصل ہے اور افسوس ہے اس شخص کے حال پر جو اس بلند مرتبہ دولت سے محروم رہا۔

درس: اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ''قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ'' فرما کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو امر لازم اور اپنی محبوبیت کا وسیلہ بنایا۔ اور خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ یعنی میری سنت کو لازم پکڑو فرما کر مزید یہ خوشخبری بھی سنائی ''مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِأَۃَ شَھِیْدٍ'' یعنی جس نے میری سنّت کو فساد کے وقت مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اس شخص کے واسطے سو شہید کا ثواب ہے۔ اسی لئے تمام سلاسل کے مشائخ نے اتباع سنت رسول صلّی اللہ علیہ وسلم پر خود بھی عمل کیا اور اپنے مریدین کو بھی اسکی تلقین کی۔

والسلام علیکم وعلیٰ من اتبع الھدیٰ

درس نمبر ۹۔ نماز کی پابندی

حصہ دوم، مکتوب نمبر ۵۸

بنام۔ مرزا فتح اللہ حکیم علیہ الرحمۃ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

اَمَّا بَعْد۔ وفقکم اللہُ سُبْحَانَہٗ لِمَرْضِیَاتِہٖ آدمی راہم چنانکہ۔۔۔۔تا۔۔۔مستبعد نیست

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی پسند کے اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ آدمی کیلئے جس طرح عقائد درست رکھنا ضروری ہیں ویسے ہی اعمال صالحہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے اور تمام عبادات میں جامع عبادت اور تمام طاعات میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب کرنیوالا عمل نماز ادا کرنا ہے۔ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ مَنْ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنِ وَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدِمَ الدِّیْن" نماز دین کا ستون ہے، جس نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اس کو ترک کر دیا اس نے دین کی عمارت کو گرا دیا۔ اور جس کو پابندی سے نماز ادا کرنے کی توفیق مل جاتی ہے اس کو بے حیائی اور برائیوں سے بچنے کی توفیق دی جاتی ہے۔ آیت کریمہ "اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ" سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے اور جو نماز ایسی نہیں کہ نمازی گناہوں سے باز آئے تو وہ صرف صورت کی نماز ہوتی ہے اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ لیکن حقیقت حاصل ہونے تک تصور کو نہ چھوڑا جائے مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کہ جو چیز مکمل طور پر حاصل نہ ہو اس کو بالکل چھوڑ دیا نہیں جاتا بلکہ جو مل پاتا ہے اسے لیکر مزید کی کوشش کی جائے، جبکہ وہ اکرم الاکرمین اگر صورت کو حقیقت کے ساتھ اعتبار کر لے یعنی صورت نماز کو شرف قبول بخشے تو اس کے لیے کچھ بعید نہیں۔

وضاحت: دین اسلام میں ایمان کے بعد اور اعمال میں سب سے مقدم نماز ہے۔

درس نمبر ۱۰۔ جوانی کی عبادت

حصہ دوم، مکتوب نمبر ۵۸

بنام۔ مرزا فتح اللہ حکیم علیہ الرحمۃ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

اَمَّا بَعْدُ : فعلیکم بمواظبۃ اداء الصلوٰۃ

پس آپ پر لازم ہے کہ پابندی سے اور باجماعت خشوع و خضوع یعنی عاجزی و انکساری کے ساتھ نمازیں ادا کریں۔ اس لئے کہ یہی نجات اور فلاح کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ''قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ۔ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ۔ تحقیق کامیاب ہوئے وہ مؤمن جو اپنی نماز میں خشوع و خضوع کرتے ہیں۔ بہادری کا کام وہی ہے جو خطرہ کے وقت کیا جائے۔ دشمن کے غلبہ کے وقت اگر سپاہی معمولی کوتاہی کرتے ہیں تو اس سے بڑا اعتبار پیدا ہوتا ہے۔ نوجوانوں کی نیکی کو اسی لیے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کہ نفسانی خواہشات کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو نیکی کی راہ پر لگا دیا ہے۔ اصحاب کہف کو اس قدر شرف و بزرگی فقط ایک عمل یعنی دین کے مخالفوں سے ہجرت کر جانے کے باعث حاصل ہوا۔ حدیث شریف میں ہے ''عِبَادَةٌ فِي الْهَرَجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ'' یعنی دشواری کے وقت عبادت کرنا مثلاً سخت سردی میں اٹھ کر تہجد پڑھنا یا فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کیلئے مسجد کی طرف جانا گویا میری طرف ہجرت کرنا ہے۔ لہٰذا جو چیزیں اطاعت و عبادت میں رکاوٹ بنتی ہیں حقیقت میں عین باعث ثواب ہیں کہ کئی گنا زیادہ اجر ملتا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا لکھا جائے۔ فرزندی شیخ بہاؤالدین کو فقیروں کی صحبت پسند نہیں آئی، امیروں، دنیاداروں کی طرف مائل ہیں اور ان سے میل جول زیادہ رکھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ انکی صحبت جان لیوا زہر ہے اور انکے مرغن کھانے باطن کی سیاہی بڑھانے والے ہیں۔ الحذر، الحذر، الحذر۔ ان سے بچو، ان سے بچو، ان سے بچو، ان سے بچو۔

حدیث شریف میں ہے ''مَنْ تَوَاضَعَ لِغَنِیٍّ لِغِنَاہُ ذَھَبَ ثُلُثُ دِیْنِہٖ'' ترجمہ: جس نے کسی دولت مند کے سامنے اس کی دولت کے باعث تواضع کی اس کے دین کے دو تہائی حصے چلے گئے۔ پس افسوس ہے اس شخص پر جو دنیادار کے سامنے اس کی دنیاداری کے باعث عاجزی کا اظہار کرے۔

واللہ سبحانہٗ الموفق۔

درس نمبر ۱۱۔ تواضع کی اہمیت

حصہ دوم، مکتوب نمبر ۶۸

بنام۔ خانِ خاناں علیہ الرحمۃ

(تمہید: حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہٗ السامی نے جہاں عوام الناس کی مثالی اصلاح کی، وہاں وقت کے بادشاہوں، امیروں، وزیروں کی بھی حکیمانہ انداز میں اصلاح فرمائی۔ ایسے ہی ایک امیر کبیر حضرت خانِ خان رحمۃ اللہ علیہ جو کہ سلطان وقت کے صاحب تھے اور حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقید تمند بھی تھے اور فقیروں کی مالی خدمت بھی دل سے کرتے تھے، امیر طبقہ کے لوگ خواہ وہ نیک و صالح ہوں عموماً خودی و تکبر کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خانِ خان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چند خطوط بھیجے جن سے تکبر اور بے ادبی کا انداز ظاہر ہوتا تھا۔ آپ نے اس کے جواب میں بے باکانہ انداز میں ناصحانہ درج ذیل مکتوب تحریر فرمایا۔)

الخیرفیما صنع اللہ سبحانہٗ، مخدوماً

من آنچہ شرط بلاغ است باتو مے گویم۔۔۔ تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

بہتر وہی ہے جو خدا کرے۔ مخدوم صاحب! جو کہنے کا حق ہے میں آپ سے کہہ دیتا ہوں، خواہ آپ میرے کلام سے نصیحت حاصل کریں یا ملال۔ تواضع کرنا امیروں کو زیب دیتا ہے اور بے نیازی فقیروں کو، اس لئے کہ کسی بھی مرض کا علاج اس کی ضد سے ہوتا ہے۔ تمہارے تینوں خطوط سے بے نیازی ہی سمجھ میں آتی ہے۔ اگرچہ آپ کا مقصود تواضع تھا، مثلاً آپ نے اپنے آخری خط میں لکھا تھا کہ حمد و صلواۃ کے بعد واضح ہو۔۔۔ ایسی عبارت غور کر کے دیکھیں کہ کہاں لکھنی چاہیے تھی۔ میں مانتا ہوں کہ آپ نے فقراء کی بہت خدمت کی ہے، لیکن آداب خدمت کا لحاظ کرنا بھی بہت ضروری ہے تاکہ خدمت کا ثمرہ حاصل ہو سکے، ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے۔ پیر و مرشد کے آداب کو ملحوظ نہ رکھا جائیگا تو شیخ کی نظر عنایت سے سالک محروم رہیگا۔ نتیجتاً شیخ کے وسیلے سے حاصل ہونے والا قرب الٰہی بھی میسر نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر سالک کو اس سے محفوظ رکھے۔ اٰمین

درس نمبر ۱۲۔ اولیاءاللہ کو خدمت وخوشامد کی کوئی ضرورت نہیں

حصہ دوم، مکتوب نمبر ٦٨

بنام۔خانِ خاناں علیہ الرحمۃ

بلے اتقاءِ امتِ اُوعلیہ وعلیٰ آلہ الصلواۃ۔۔۔تا۔۔۔بسیار است

مقدمہ: مکتوب کے مذکورہ حصے میں چونکہ ادب کی تلقین اور بے ادبی کو محرومی فرمایا گیا تھا اس سے کسی ناقص ذہن میں یہ خیال گذر سکتا تھا حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کیوں اپنے ادب کی تلقین کرتے ہیں، اولیاءاللہ تو اپنے آپ کو ہیچ سمجھتے ہیں چہ جائیکہ اپنے ادب کی تلقین کریں۔اس وہم کے ازالہ کیلئے وضاحت سے ارشاد فرمایا کہ ہاں! حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی امت کے متّقی لوگ تکلف سے بری ہیں"اَلتَّكَبُّرُ مَعَ الْمُتَكَبِّرِيْنَ صَدَقَةٌ" متکبروں کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے۔چنانچہ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ کے بارے میں کسی شخص نے فرمایا کہ آپ متکبر ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ میرا تکبر حق تعالیٰ کی جانب سے دی ہوئی بڑائی ہے۔لہٰذا ان بوریہ نشین گروہ کو ذلیل وحقیر سمجھا جائے بلکہ ان کی خداداد عزت کو پیش نظر رکھنا ہی نادانی ہے۔حدیث نبوی علیہ الصلواۃ والسلام میں ہے"رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْاَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَاَبَرَّهٗ" یعنی بہت سے پراگندہ حال درویش ہیں جن کو لوگ دروازوں سے ٹھکرا دیتے ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دے۔شعر:

اندکے پیش تو گفتم غمِ دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ: آپ کے سامنے دل کا غم بہت کم بیان کیا ہے، اس خوف سے کہ کہیں آپ کی دل آزاری نہ ہو ورنہ بیان کرنے کو باتیں بہت ہیں۔

عبارت: ہر چند ایں مقدمات۔۔۔۔۔۔

ترجمہ: اگرچہ یہ باتیں تلخ معلوم ہوتی ہونگی لیکن آپ کے خوشامد کرنیوالے بہت ہیں انہی پر اکتفاء کریں، ہم سے خوشامد کی توقع نہ رکھیں۔اور یہ حقیقت ہے کہ فقراء سے تعلق کا مقصود ہے پوشیدہ عیوب پر مطلع ہونااور اپنی مخفی برائیوں سے باخبر ہوناہے، لیکن جان لیں کہ اس قسم کے باتوں کا اظہار دل آزاری کیلئے نہیں ہے۔یقین کرلیں کہ یہ محض خیر خواہی اور دل سوزی کے اظہار کیلئے ہے۔الخیر فیما صنع اللہ سبحانہٗ۔

درس نمبر ۱۳۔ طریقِ نجات

حصہ دوم، مکتوب نمبر ٦٩

بنام۔ خانِ خاناں علیہ الرحمۃ

بالجملہ طریق النجاۃ متابعت اھل السنت والجماعت۔۔۔۔ اللھم نبھنا قبل ان ینبھنا الموت

خلاصہ کلام یہ کہ نجات کا راستہ قول و فعل، کلیات و جزئیات میں مسلک اہل سنت والجماعت کی متابعت کرنے میں ہے۔ اس لئے کہ یہی نجات پانے والا گروہ ہے، انکے سوا جتنے بھی فرقے ہیں زوال کے مقام پر اور ہلاکت کے کنارے پر ہیں۔ آج اس بات کو کوئی جانے یا نہ جانے لیکن کل قیامت کے دن ہر ایک جان لیگا لیکن وہ اس کو کچھ نفعہ نہ دیگا۔ یااللہ ہم کو غفلت سے بیدار کر، اس سے پہلے کہ موت آکر بیدار کرے۔ آمین

درس نمبر ۱۴۔ اتباعِ سنت

حصہ دوم، مکتوب نمبر ۰ ۷

بنام۔ خانِ خاناں علیہ الرحمۃ

زندگانی چندروزہ رابروقت اتباع صاحب شریعت علیہ و علیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام باید بسر برد۔

اپنی چند روزہ زندگی کو صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری میں بسر کرنا چاہیے، تاکہ آخرت کے عذاب سے نجات اور دائمی نعمتوں کا حصول اسی اتباع کی سعادت سے وابستہ ہے۔ لہٰذا بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چوپایوں کی زکوٰۃ پوری طرح ادا کرنی چاہیے اور اسے مال اور چوپایوں کی محبت میں گرفتاری سے بچنے کا ذریعہ بنایا جائے۔ لذیذ طعام اور نفیس لباس کے استعمال میں نفس کا حظ پیش نظر نہ ہونا چاہیے۔ کھانے اور پینے سے مقصود ادائے عبادت میں قوت کا حصول ہو۔ نفیس لباس آیۂ کریمہ "خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" کو عند کل صلوٰۃ کے مطابق زینت کی نیت سے پہننا چاہیے۔ کسی اور نیت کو شامل نہ کیا جائے۔ اگر حقیقی نیت میسر نہ ہو تو خود کو تکلف سے اس نیت پر لانا چاہیے۔ "فَاِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكُوْا" اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بنالو۔ یہ حدیث شریف کے کلمات ہیں جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ التماس کرتے رہیں کہ حقیقت نیت نصیب ہو اور تکلف سے دور ہو جائے شعر :

می تواند کہ دہد اشک مرا حسن قبول
آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را

جس ذات پاک نے بارش کے قطرے کو موتی بنادیا عین ممکن ہے کہ میرے آنسوؤں کو بھی شرف قبول بخشے۔ علیٰ ھٰذا القیاس تمام امور میں دیندار علماء کے فتویٰ کے موافق عمل کریں جو عزیمت کے راستے پر چلتے ہیں اور رخصت سے اجتناب کرتے ہیں اور اسی کو ابدی نجات کا وسیلہ سمجھنا چاہیے۔

درس نمبر ۱۵۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اتباعِ سنت

حصہ اول، دفتر اول، مکتوب نمبر ۳۷

بنام۔ شیخ محمد خیری علیہ الرحمۃ

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ بہ برکت اکابر ایں طریقہ عالیہ بے نھایت کرامت فرماید

اللہ تعالیٰ اس طریقہ عالیہ کو اکابرین کے صدقہ میں بے انتھا ترقیاں عطا فرمائے آمین۔

مشائخ نقشبندیہ کا طریقہ اکسیر ہے اور اس کا مدار اتباع سنت نبویہ علیٰ صاحبھا الصلواۃ والسلام پر ہے۔ یہ فقیر اپنے موجودہ حال کے متعلق لکھتا ہے کہ بہت عرصہ تک علوم و معارف اور احوال و مواجید موسم ساون کے بادلوں کی طرح وارد ہوتے رہے اور جو کام کرنا چاہیے تھا اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہو گیا، اس وقت کوئی اور آرزو نہیں مگر یہ کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جائے۔ احوال و مواجید اہل ذوق کے پاس رہیں، ہمیں اتباع سنت چاہیے۔ اور چاہیے کہ اپنے باطن کو ان بزرگوں کی نسبت سے آباد کیا جائے اور اپنے ظاہر کو مکمل طرح سے ظاہری سنتوں کی تابعداری سے مزین و آراستہ رکھا جائے مصرعہ:

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ :اصل کام یہی ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔

پانچ وقت نماز اول وقت میں ادا کیا کریں، مگر سردیوں میں عشاء کی نماز رات کے تیسرے حصہ تک تاخیر سے ادا کرنا مستحب ہے۔ اس معاملہ میں یہ فقیر بے اختیار ہے۔ بال برابر بھی ادائے نماز میں تاخیر کی گنجائش نہیں چاہتا، البتہ بشری عذر کی بنا پر تاخیر اس سے مستثنیٰ ہے۔

درس: رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے اول وقت میں نماز ادا کرنے کو تمام اعمال سے افضل قرار دیا ہے، نیز آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء تاخیر سے ادا کرنے کی ترغیب دی ہے، حتیٰ المقدور انکی کوشش کرنی چاہیے۔

درس نمبر ۱٦۔ اجزائے شریعت

دفتر اول، حصہ اول، مکتوب ۳٦

بنام۔ ملا حاجی محمد لاہوری علیہ الرحمۃ

حَقَّقَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ بِحَقِیْقَتِ الشَّرِیْعَتِ الْمُصْطَفَوِیَّةِ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوٰةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ وَیَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا

شریعت راسہ جزواست۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو مصطفوی شریعت علیٰ صاحبھا الصلواۃ والسلام کی حقیقت پر استقامت فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحمتیں نازل فرمائے جس نے آمین کہا۔

شریعت کے تین جز ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص۔ جب تک تینوں جز پوری طرح حاصل نہ ہوں شریعت پوری طرح سے حاصل نہیں ہوتی اور جب شریعت حاصل ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو گئی جو کہ دنیا و آخرت کی تمام چیزوں سے بلند تر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے۔ لہٰذا شریعت دین اور دنیا کی تمام سعادتوں کی جامع ہے۔ اس کے بعد کوئی ایسا مقصد نہیں رہ جاتا جس کے حاصل کرنے کے لیے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی ضرورت ہو۔ طریقت اور حقیقت جن سے صوفیا ممتاز ہیں یہ دونوں تیسرے جز یعنی اخلاص کی تکمیل کیلئے شریعت کی خادم ہیں۔ لہٰذا ان دونوں کے حاصل کرنے کا مقصد شریعت کی تکمیل ہے اور کوئی مقصد نہیں ہے۔

درس: اس مکتوب شریف میں حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہٗ نے ناقص صوفیاء اور رسمی علماء کے کردار کی بنا پر اہل حق صوفیاء کرام پر کئے جانے والے بعض اعتراضات اور غلط فہمیوں کا ازالہ فرمایا ہے۔ بعض صوفی شریعت کو اہمیت نہیں دیتے اور طریقت کے نام پر بعض اعمال و اوراد پر اکتفا کر کے اپنے آپ کو کامل سمجھتے ہیں۔ اسی طرح علماء ظاہر طریقت و حقیقت کو شریعت سے الگ ایک انوکھی چیز خیال کرتے ہیں اور تصوف و طریقت کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ دراصل یہ دونوں گروہ شریعت و طریقت کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور جو اس مقام پر فائز ہیں وہ شریعت و

طریقت کے جامع ہیں۔ ائمہ فقہاء کرام محدثین و نامور صوفیاء کرام رضی اللہ عنہم عالم بھی تھے اور صوفی بھی۔ معارف لدنیہ میں حضرت امام ربانی مجدد و منور قدس سرہٗ فرماتے ہیں حقیقت عبارت از حقیقت شریعت است ۔۔۔ البینات

ترجمہ: یعنی حقیقت سے مراد شریعت کی حقیقت ہے نہ یہ کہ حقیقت شریعت سے الگ کوئی اور چیز ہے اور طریقت سے مراد حقیقتِ شریعت تک پہنچنے کا طریقہ ہے، شریعت حقیقت کے مخالف کوئی چیز نہیں۔ شریعت کی حقیقت حاصل ہونے سے پہلے صرف شریعت کی صورت کا حصول ہوتا ہے، جبکہ شریعت کی حقیقت اطمینان نفس کے مقام پر پہنچ کر حاصل ہوتی ہے جہاں اسے ولایت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ علم و عمل علماء سے حاصل ہوتا ہے اور اخلاص صوفیاء کرام کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔

درس نمبر ۱۷۔ اتباعِ سنت نبویہ

حصہ دوم، مکتوب نمبر ۴۱

بنام۔ حضرت شیخ درویش محمد علیہ الرحمۃ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد: عبارت مکتوب: حق سبحانہ وتعالیٰ ظاہر و باطن را بمتابعت سنت سنیہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ متحلیٰ ومتزین گرداناد بحرمت النبی وآلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔۔۔۔تاواحسن تادیبی۔

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطن کو نبی مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی تابعداری سے مزین وخوبصورت بنائے آمین۔ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے رب کے محبوب ہیں۔ جو چیز اچھی لگتی ہے اور پسند آتی ہے وہ محبوب کیلئے ہوتی ہے یعنی محبوب کی پسند محب کی پسند ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے ''اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ''۔ بے شک آپ اخلاق عظیم پر فائز ہیں۔ نیز ارشاد فرمایا ''اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِینَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ''۔ بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں اور راہ راست پر ہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا ''اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَاتَتَّبِعُوا السُّبُلَ'' بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے، تم اسی پر چلو، اور راستوں پر نہ چلو۔ اللہ عزوجل نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا اور اس کے ماسوا کو ٹیڑھے راستوں میں داخل فرمایا اور ان کی اتباع سے منع فرمایا، جبکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا شکر کرتے ہوئے اور مخلوق کو ہدایت کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا ''خَیْرُ الْهُدٰی هَدْیُ مُحَمَّدٍ صلّی اللہ علیہ وسلم''۔ اور سب سے بہتر ہدایت محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے۔ نیز فرمایا ''اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَأْدِیْبِیْ''۔ میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور عمدہ طریقہ پر میری تعلیم وتادیب کی۔

درس: یوں تو تمام مؤمن اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔الآیۃ لیکن محبوبیت کے جس مقام پر انبیاء کرام علیہم السلام عموماً اور سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم خصوصاً فائز ہیں وہاں تک عام انسانوں کی رسائی کہاں۔ پھر بھی تواضع کا یہ عالم کہ فرمایا ''اَلَا وَاَنَا حَبِیبُ اللہِ وَلَا فَخْرَ''۔ یاد رکھو میں اللہ کا محبوب ہوں لیکن یہ بات میں فخریہ نہیں کہتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنا محبوب بنا لینے کا طریقہ ہی یہ بتایا کہ میرے محبوب کی تابعداری کرو تو میرے محبوب بن جاؤ گے۔ اور یہ ایک اصول محبت ہے کہ محبوب کو اچھی سے اچھی چیز دی جاتی ہے اور یہ کہ محبوب کی ہر پسندیدہ چیز کو پسند کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم کو جامع کتاب دی، تمام سابق دینوں کی ناسخ شریعت دی اور آپ کے خُلق کو خُلقِ عظیم فرمایا اور قرآن مجید میں حکم کیا کہ ''قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہ فَاتَّبِعُوْنِیْ''۔ اے میرے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کو فرما دیجیے کہ اگر وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں تو وہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کریں۔

درس نمبر ۱۸۔ محبوب کے محبوب شمائل

حصہ دوم، مکتوب نمبر ۴۱

بنام۔ شیخ درویش محمد علیہ الرحمۃ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

امابعد۔ عبارت مکتوب: مقرر است در ہر چیز کہ اخلاق و شمائل محبوب یافتہ شود۔۔۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ جس چیز میں محبوب کے اخلاق و عادات پائی جاتی ہیں وہ چیز محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے محبوب معلوم ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت "فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ الله" میں اسی رمز کا بیان ہے۔ لہٰذا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری میں کوشش کرنا محبوبیت کے مقام پر پہنچانے والا عمل ہے، اس لئے ہر عقلمند و داناء پر لازم ہے کہ اپنے ظاہر اور باطن کو حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلم کے مکمل طریقہ پر پابند بنائیں۔

درس: لہٰذا تمام مسلمانان عالم کو چاہیے کہ اپنی ظاہری شکل وصورت میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت کو نمایاں کریں اور ظاہری اعمال اور باطنی ارادات وخیالات کو بھی شریعت وسنت کے تابع بنائیں۔ اخلاق واطوار وہ اپنائیں جن کا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے امر فرمایا اور ان بدعات ورسومات اور بداعمالیوں سے دور رہیں، جن سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

درس نمبر ۱۹۔ طریقت وشریعت

حصہ دوم، مکتوب نمبر ۴۱

بنام۔ شیخ درویش محمد علیہ الرحمۃ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وباطن متمم ظاہر است ومکمل آں۔۔۔

اور باطن ظاہر کو مکمل کرنے والا ہے، یہ بال برابر بھی ایک دوسرے سے مخالفت نہیں رکھتے۔ مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور جھوٹ کے خیال کو بھی دل سے نکال دینا طریقت اور حقیقت ہے اور اگر یہ دل سے جھوٹ کا خیال تک نکال دینا تکلف ومحنت سے حاصل ہو تو طریقت ہے اور اگر تکلف کے بغیر حاصل ہو جائے تو حقیقت ہے۔ لہٰذا حقیقت یہ ہے کہ باطن جس کو طریقت وحقیقت کہتے ہیں، ظاہر یعنی شریعت کو مکمل کرنے والا ہے اور طریقت کے بغیر کم ہی لوگوں کو یہ نعمت میسر آتی ہے۔

توضیح: اس مکتوب میں حضرت امام ربانی مجدد ومنور الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واضح الفاظ میں یہ حقیقت عیاں فرمادی کہ شریعت وطریقت یاظاہر وباطن ایک بال برابر بھی ایک دوسرے سے مخالف ومتصادم نہیں ہیں۔

شریعت: احکام اسلامی، یعنی اوامر ونواہی کا نام ہے۔

طریقت: ان احکام پر بتکلف عمل کرنے پر، چاہے نفس آمادہ ہو نہ ہو، عمل کیا جائے تو طریقت ہے۔

حقیقت: اگر بلاتکلف عمل کی توفیق حاصل ہو بلکہ ایک طرح سے حظ بے کیف محسوس ہو تو یہ حقیقت ہے۔

درس نمبر ۲۰۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا خاصہ اتباعِ شریعت وسنت

حصہ چہارم، مکتوب نمبر ۲۳۷

بنام۔ ملا محمد بیانکی علیہ الرحمۃ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ثَبَّتَنَا اللہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَۃِ الشَّرِیْعَتِ الْحَقَّۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔۔ تا۔۔ البلاغ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اور آپ کو شریعت حقہ مصطفویہ علیٰ صاحبھا الصلواۃ والسلام کی شاہراہ پر ثابت قدم رکھے آمین۔ اے میرے نیک بھائی طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی روشن سنتوں کی تابعداری کی ہے اور عزیمت پر عمل کیا ہے۔ اگر اسی پابندی اور اختیار کے ساتھ ان کو حال ووجد سے مشرف کیا جاتا ہے تو اسے نعمت عظیم سمجھتے ہیں، لیکن اگر حال اور وجد تو ان کو دیئے جائیں اور اس پابندی اور اختیار میں کوئی کوتاہی معلوم کریں تو اس میں اپنا خسارہ جانتے ہیں۔ کیوں کہ ہندوستان کے برہمن اور ہندو جوگی اور یونان کے فلسفی بھی ظاہری تجلیات، مثالی مکاشفات اور توحیدی علوم تو بہت خوب جانتے ہیں لیکن خرابی اور رسوائی کے سوا ان کو کچھ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ سے دوری اور محرومی کے سوا ان کو کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

اے میرے بھائی چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان بزرگوں کے سلسلے سے منسلک ہوئے ہیں تو اب ضروری ہے کہ پابندی سے ان کی تابعداری کریں اور بال برابر بھی ان کی مخالفت کی گنجائش نہ رکھیں، تاکہ ان کے کمالات سے فائدہ مند ہو سکیں اور نفع حاصل کر سکیں۔ سب سے پہلے آپ اپنے عقائد اہل السنت والجماعت کے عقائد کے موافق درست کریں۔ دوم یہ کہ فرض، واجب، سنت، مستحب، اور حلال و حرام، مکروہ مشتبہ جو کہ علم فقہ سے مذکور ہیں، کا علم حاصل کریں اور اس علم کے مطابق عمل بھی کریں۔ تیسرے درجہ پر علوم صوفیہ کی باری آتی ہے۔ جب تک سالک مذکورہ دو کو یعنی عقائد اور علم و عمل فقہ درست نہیں کر لیتا عالم قدس میں اڑنا اور قرب الٰہی حاصل کرنا محال ہے۔ ان

دونوں بازؤں کے بغیر اگر حال و وجد میسر ہو بھی جائیں تو اس میں اپنا خسارہ ہی سمجھنا چاہیے اور ایسے حال و وجد سے پناہ مانگنی چاہیے۔

ماعلی الرسول الا البلاغ۔

درس نمبر ۲۱۔ شکرِ پروردگار

مکتوب نمبر ۷۱

بنام۔ مرزا داراب بن خانِ خاناں رحمۃ اللہ علیہما

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ: اَیَّدَکُمُ اللہُ سُبْحَانَہٗ وَنَصَرَکُمْ، شُکْرِ مُنْعِمْ بَرْ مُنْعَمْ عَلَیْہِ واجب است۔۔۔۔ تا آخر۔

اللہ تعالیٰ آپ کی تائید کرے اور فتح و نصرت عطا کرے۔ نعمت کرنے والے کا شکر عقلی اور شرعی طور پر منعم علیہ یعنی جس پر نعمت کی گئی ہو اس پر واجب ہے اور یہ ہر کسی کو معلوم ہے کہ شکر اسی قدر واجب ہوتا ہے جس قدر نعمت پہنچے، لٰہذا جس قدر نعمت زیادہ ہو گی اسی قدر زیادہ شکر کرنا واجب ہو گا۔ لٰہذا دنیاداروں پر ہم غریبوں کی نسبت ان کے درجات کے تفاوت کے مطابق کئی گنا زیادہ شکر کرنا واجب ہو گا۔ لٰہذا اس امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے فقراء دولتمندوں سے پانچ سوٗ سال پہلے بہشت میں جائیں گے۔ حدیث شریف کے الفاظ ہیں ''یَدْخُلُ الْفُقَرَآءُ الْجَنَّۃَ قَبْلَ الْاَغْنِیَاءِ بِخَمْسِ مِأَۃِ عَامٍ''۔ فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ ترمذی شریف میں موجود اس حدیث سے مراد وہ فقراء ہیں جو غربت و فقیری پر شکر و صبر سے رہیں، ساتھ ہی متقی و پرہیزگار بھی ہوں۔ فقط مسکین و غریب ہونا کافی نہیں ہے۔ منعم حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر اس طرح ادا کیا جائے کہ سب سے پہلے اپنے عقائد نجات یافتہ گروہ یعنی اہل السنت والجماعت کے مطابق درست کئے جائیں۔ دوم یہ کہ اسی جماعت کے ائمہ مجتہدین کی رائے کے مطابق شرعی عملی احکام بجالائے جائیں۔ سوم یہ کہ اسی بلند مرتبہ گروہ اہل السنت والجماعت کے صوفیاء کرام کے سلوک کے مطابق تصفیہ و تزکیہ حاصل کیا جائے اور اس آخری رکن یعنی طریقہ صوفیاء پر چلنا وجوب استحسانی ہے۔ بخلاف پہلے والے دو رکنوں کے کہ عقائد اور عمل شرعی طور پر لازم و واجب ہیں۔ اس لئے کہ اسلام کی اصل و بنیاد یہی دو رکن ہیں، جبکہ کمال اسلام کا مدار اس تیسرے رکن یعنی تصفیہ و تزکیہ پر ہے۔ اور جو عمل ان تین ارکان کے خلاف ہے اگرچہ وہ سخت ریاضت اور مشکل مجاہدہ ہو گناہ اور نافرمانی اور منعم حقیقی جل تعالیٰ سلطانہ کی ناشکری میں داخل ہے۔ ہندوستان کے

برہمنوں اور یونان کے فلسفیوں نے ریاضات اور محنت و مجاہدات میں کوئی کمی نہیں کی، لیکن چونکہ وہ ریاضات انبیاء کرام علیہم السلام کی بالعموم اور افضل الانبیاء علیہ الصلواۃ والسلام کی شریعت کے بالخصوص موافق نہیں، اس لئے وہ سب مردود و نامقبول ہیں اور اخروی نجات سے محروم۔

فَعَلَیْکُمْ بِمُتَابِعَةِ سَیِدِنَا وَ مَوْلَانَا شَفِیْعِ ذُنُوْبِنَا وَ طَبِیْبِ قُلُوْبِنَا وَ شِفَاءِ صُدُوْرِنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّمْ وَ مُتَابِعَةِ خُلَفَائِهٖ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنِ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

ترجمہ: پھر تمہارے اوپر لازم ہے کہ ہمارے آقا و مولا اور ہمارے گناہوں کی شفاعت کرنیوالے اور ہمارے قلوب کے طبیب اور ہمارے سینوں کی شفاء حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کریں اور آپ کے خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تابعداری کریں جو کہ ہدایت یافتہ ہیں۔

درس نمبر ۲۲۔ فراغت کی قدر کریں

حصہ ششم، مکتوب نمبر ۳۱

بنام۔ خواجہ شرف الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اے فرزند۔۔۔تا۔۔۔والسلام

ترجمہ: سب حمد اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔

اے صاحبزادے فراغت ایک غنیمت ہے، اسے بے فائدہ کاموں میں صرف کرنا نہ چاہئے بلکہ اسے اللہ عزوجل کی خوشنودی کے کاموں میں صرف کرنا چاہئے۔ پانچ وقت نماز قلبی جمعیۃ اور جماعت کے ساتھ تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کی جائے۔ نماز تہجد کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ صبح کے وقت استغفار کو ضایع نہ کریں۔ خواب خرگوش سے محذوذ نہ ہوں۔ جلدی حاصل ہونے والی لذتوں پر فریفتہ نہ ہوں، موت کو یاد رکھیں اور آخرت کی ہولناکیوں کو پیش نظر رکھیں۔ غرضیکہ دنیا سے منہ پھیر کر آخرت کی طرف متوجہ ہو جائیں، البتہ بقدرِ ضرورت دنیوی کاموں میں مشغول رہیں اور بقیہ اوقات کو آخرت میں کام آنیوالے کاموں سے معمور و آباد رکھیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اپنے دل اور باطن کو غیر اللہ کی محبت میں گرفتاری سے آزاد اور اپنے ظاہر کو شریعت کے احکام سے مزین و آراستہ کریں، اصل کام یہی ہے باقی سب بے مقصد ہیں۔

باقی احوال خیریت سے ہیں، والسلام۔

درس نمبر ۲۳۔ صحبتِ شیخ مجاہدوں سے بڑھکر مفید ہے

مکتوب نمبر ۴۷

بنام۔ خواجہ محمد قاسم بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

بَعْدَ الْحَمْدِ وَ الصَّلٰوۃِ وَ تَبْلِیْغِ الدَّعَوَاتِ می رساند اللہ سُبْحَانَہٗ الْحَمْدُ وَ النِّعْمَۃِ کہ از کلمہ وکلام آں اخوی حرارت طلب مفہوم میشود۔۔۔۔تا۔۔۔۔قدیر

ترجمہ: حمد وصلوٰۃ اور دعاؤں کے بعد واضح ہو کہ آپ کی بات چیت سے باطنی فیض حاصل کرنے کا شوق معلوم ہوتا ہے اور باطنی جمعیت کی خوشبو آ رہی ہے۔ بلاشبہ یہ دولت قربِ صحبت ہی کا نتیجہ ہے۔ مگر بے فائدہ مصروفیات نے آپ کو ایک ہفتہ بھی صحبت میں رہنے نہ دیا۔ آپ کے صحبت میں رہنے کے تمام ایام بھی نہ معلوم دس روز بھی ہوں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے شرم کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں کے لئے ہزار دنوں میں سے ایک دن بھی نہیں نکال سکتے اور غیر ضروری دنیوی مصروفیات سے الگ نہیں ہو سکتے۔ تمہارے اوپر حجت مکمل ہو چکی ہے اور آپ نے عملی طور پر دیکھ بھال لیا ہے کہ صحبت میں ایک ساعت رہنا کئی چلوں و مجاہدوں سے بہتر ہے، پھر بھی تم اس صحبت سے دور بھاگتے ہو اور حیلے بہانے کر کے اپنے آپ کو دور رکھ رہے ہو۔ آپ کی استعداد کا جوہر بڑا قیمتی ہے لیکن اس کا کیا فائدہ جب عملی طور پر اس سے کچھ حاصل نہیں کر رہے ہیں۔ آپ کی استعداد بہت بلند ہے لیکن ہمت پست ہے۔ بچوں کی مانند قیمتی موتیوں کو چھوڑ کر بے قیمت خسیس ٹھیکریوں پر مطمئن و خوش ہو۔ شعر:

بوقت صبح شود ہمچوں روز معلومت
کہ باکہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

یعنی جب صبح کے وقت دن چڑھ آئیگا تب تجھے معلوم ہو گا کہ کس کی محبت میں تیری اندھیری رات گذری تھی۔ اب بھی وقت ہاتھ سے نہیں گیا، اپنے اصلی مقصد کا فکر کریں اور اس مقصد کے حصول کے لئے سب سے بہتر چیز اولیاء اللہ کی صحبت ہے اور اگر یہ دولت یعنی پیر کی صحبت میسر نہ ہو تو اپنے اوقات کو اس ذکر میں مشغول رکھیں جو کسی اللہ

والے سے حاصل کیا ہو، اپنے خیال سے اوراد و وظائف شروع نہ کریں اور جو کچھ ذکر میں رکاوٹ بن رہا ہو اس سے پرہیز کریں اور شرعی حلال و حرام میں بہت احتیاط کریں۔ اس معاملہ میں کوتاہی ہرگز نہ کریں۔ پانچوں وقت نماز پابندی سے باجماعت ادا کریں اور تعدیل ارکان میں پوری کوشش کریں اور پابندی سے مستحب اوقات میں نماز ادا کریں۔ ''رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ''۔ یااللہ تو ہمارے نور کو کامل کردے اور ہم کو بخشدے، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

توضیح: اس مکتوب شریف میں حضرت امام ربانی رحمۃاللہ علیہ نے ان لوگوں کو خصوصی تنبیہ فرمائی ہے جو کسی کامل اللہ والے کی صحبت و خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور وہاں شریعت و سنت کی پابندی، اصلاحِ نفس اور تعلیم و تربیت کا دینی ماحول اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور دل سے مطمئن ہو کر کہ یہی برحق طریقہ ہے، بیعت بھی ہو جاتے ہیں، لیکن بعد میں دنیوی مصروفیات میں اس قدر مشغول ہو جاتے ہیں کہ صحبت شیخ کے لئے وقت نہیں نکالتے اور اس کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ شریعت و سنت کی پابندی میں بھی غفلت اور سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ مکتوب کے آخر میں آپ نے تعدیل ارکان کا لحاظ کرتے ہوئے نماز ادا کرنے کی تاکید کی۔ تعدیل ارکان یعنی اطمینان و سکون سے رکوع و سجود، قومہ و جلسہ ادا کرنا، اس میں ایک تسبیح کے برابر توقف کرنا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک واجب ہے اور اس سے زیادہ دیر ٹھہرنا مستحب ہے، جب کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے یہاں تعدیل ارکان فرض ہے، اس کے بغیر نماز ہی ادا نہیں ہوتی۔

درس نمبر ۲۴۔ تصور و رابطۂ شیخ

حصہ ششم، مکتوب نمبر ۳۰

بنام۔ حضرت خواجہ محمد اشرف اور حضرت حاجی محمد فرکتی رحمۃ اللہ علیہما

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی۔۔۔۔۔

ترجمہ: آپ دونوں معزز و محترم بھائیوں کا بھیجا ہوا مکتوب موصول ہوا اور اس میں تحریر کئے گئے کیفیات و احوال وضاحت سے معلوم ہوئے۔ خواجہ محمد اشرف صاحب نے تحریر کیا تھا کہ نسبتِ رابطہ کی قوت اس حد تک غالب آچکی ہے کہ نماز میں اس کو اپنا مسجود دیکھتا اور سمجھتا ہوں، بالفرض اگر اس کو ہٹانا چاہوں تو بھی نہیں ہٹتا۔

اے محبت کے متوالے! طریقت کے طالب اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں اور یہ ہزاروں میں سے کسی ایک کو دیتے ہیں۔ ایسی نسبت والا سالک اپنے شیخ سے کامل مناسبت رکھنے والا ہوتا ہے، ممکن ہے کہ شیخ کامل کی تھوڑی سی صحبت سے اس کے تمام کمالات کو حاصل کر لیتا ہے۔ رابطہ کی نفی کیوں کرتے ہو، رابطہ تو مسجود الیہ ہوتا ہے، نہ کہ مسجود لہٗ۔ مسجود لہٗ ہونا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے۔ اس قسم کی دولت تو سعادتمندوں کو میسر ہوتی ہے تاکہ وہ اپنے تمام احوال میں صاحبِ رابطہ کو وسیلہ سمجھیں اور ہر وقت اس کی طرف متوجہ رہیں اور ان بدنصیب لوگوں کی مانند نہ بنیں جو اپنے آپ کو مستغنی جانتے ہیں اور اپنے توجہ کے قبلہ کو شیخ سے پھیر لیتے ہیں اور اپنا معاملہ درہم برہم کر دیتے ہیں۔

توضیح: سالک جب طریقت میں قدم رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ اپنے شیخ کی صحبت و خدمت اختیار کرے اور ان کے وسیلہ سے باطنی و روحانی ترقی کرے، اسی اثناء میں اسے کشف و کرامت، وجد و حال جو کچھ میسر آئیں ان کو اپنے پیر کے طفیل اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم سمجھے۔ اگر یہ سمجھے گا کہ یہ میری محنت و مجاہدہ کا ثمر و نتیجہ ہے تو اعتقاد کی کمی کے باعث وہ شیخ کے فیوض سے محروم ہو جائیگا اور اس کی باطنی ترقی رک جائیگی۔ بلکہ بعض اوقات اس خام خیالی کی باعث مزید خسارہ مول لیتا ہے الا ماشاء اللہ۔ لہٰذا سالک کو چاہئے کہ شیخ کی صحبت سے دوری کے دوران بھی

حصولِ فیض کے لئے اس کی طرف متوجہ رہے، رابطہ و تصور شیخ اس کے لیے اہم اور مجرب ذریعہ ہے اور اس میں کسی قسم کی شرعی قباحت بھی نہیں۔ اسے ناجائز وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جن کا اس گلی سے کبھی گذر ہی نہیں ہوا۔

درس نمبر ۲۵۔ لذت وحلاوت ضروری نہیں ہیں

حصہ ششم، مکتوب نمبر ۳۰

بنام۔ حضرت خواجہ محمد اشرف وحضرت حاجی محمد فرکتی رحمۃ اللہ علیہما

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

عبارت مکتوب شریف: مولانا حاجی محمد اظہار نمودہ بودند۔۔۔تا۔۔۔السمرقندی

مولانا حاجی محمد نے واضح کیا تھا کہ تقریباً دو ماہ سے ذکر وفکر اور اوراد و وظائف میں خلل واقع ہو گیا ہے اور پہلے والی لذت و حلاوت باقی نہیں رہی۔اے میرے دوست! اگر دو چیزوں میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا تو کچھ غم نہیں۔ان میں سے ایک ہے صاحبِ شریعت نبی رحمت صلّی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور دوم اپنے شیخ سے محبت واخلاص ہے۔ان دو چیزوں کے ہوتے ہوئے اگر ہزاروں اندھیریاں اور تاریکیاں طاری ہو جائیں تو بھی کوئی خطرہ نہیں ہے، آخر کار اسے ضائع ہونے نہیں دینگے۔اور اگر نعوذ باللہ ان میں سے کسی ایک میں نقص واقع ہوا تو پھر خرابی ہی خرابی ہے، اگرچہ جمعیت اور حضور بھی حاصل ہوں تو یہ استدراج ہے اور اس کا انجام خرابی ہے۔کیونکہ اتباع سنت صلّی اللہ علیہ وسلم اور محبت شیخ کے سوا دلی جمعیت حاصل ہونا کمال نہیں۔عاجزی اور زاری کے ساتھ بارگاہِ الٰہی سے یہ دو چیزیں طلب کریں اور ان پر استقامت کا سوال کریں کہ یہ دونوں مقصودی چیزیں ہیں اور انہیں پر نجات کا مدار ہے۔

جملہ برادران اسلام خاص طور پر پرانے دوست مولانا عبدالغفور سمرقندی کو السلام پہنچیں۔

درس نمبر ۲۶۔ ذکر بہت وسیع ہے

حصہ ششم، مکتوب نمبر ۲۵

بنام۔ خواجہ شرف الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

صحیفہ شریفہ۔۔۔تا۔۔۔السلام والتحیۃ

ترجمہ: سب حمد اللہ تعالٰی کے لیے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔ آپ کا مکتوب جو کہ مولانا عبدالرشید اور مولانا جان محمد کے ہاتھ ارسال کیا تھا، نیز جو نذرانا بھیجا تھا، وصول پائے۔ اللہ تعالٰی آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔ آپ کی صحت کی خبر سنکر بہت خوشی ہوئی۔ اے صاحبزادہ ! فرصت، فراغت اور صحت یہ سب اللہ تعالٰی کی نعمتیں ہیں، لہٰذا اپنے تمام اوقات کو ہمیشہ ذکر الٰہی میں صرف کرنا چاہیئے۔ جو بھی عمل شریعت مطہرہ کے مطابق کیا جائیگا ذکر میں داخل ہے، اگرچہ وہ خرید و فروخت ہو۔ چاہیئے کہ اپنے تمام حرکات و سکنات میں شرعی احکام کی رعایت کی جائے تا کہ وہ سب ذکر میں شامل ہو جائیں۔ اس لئے کہ ذکر سے مقصد غفلت کا دور کرنا ہے اور جب تمام افعال میں اوامر و نواہی کی رعایت کی جائیگی تو امر و نہی کرنے والی خدا کی ذات کی غفلت سے نجات میسر آ جائیگی اور دائمی ذکر حاصل ہو جائیگا اور یہ دوامِ ذکر اس یادداشت کے علاوہ ہے جو حضرات نقشبند قدس اللہ اسرار ہم نے بیان فرمایا ہے، اس لئے کہ وہ باطن پر منحصر ہے اور اس دوام ذکر کا اثر ظاہر کے ساتھ بھی متعلق ہے۔ گو یہ دشوار ضرور ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں اور آپ کو صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت نصیب فرمائے۔ آمین۔

درس نمبر ۲۷۔ ظاہر با خلق اور باطن باخدا

حصہ ششم، مکتوب نمبر ۳۸

بنام۔ حاجی محمد یوسف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

معرفت خدا جل سلطانہ براں کس حرام است کہ برابر خردلہ در باطنِ او محبت دنیا بود۔۔۔تا آخر

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی محبت اس شخص پر حرام ہے جس کے دل میں رائی کے دانہ جتنی بھی دنیا کی محبت ہو یا اس کے باطن کو اس قدر دنیا سے تعلق ہو، یا اس قدر دنیا کا خیال اس کے باطن میں گذرتا ہو۔ البتہ اس کا ظاہر جو باطن سے بہت دور ہے اور آخرت سے دنیا میں آیا ہے اور دنیا کے لوگوں سے خلط ملط ہو گیا ہے تاکہ وہ مناسبت حاصل ہو جو فائدہ حاصل کرنے اور فائدہ پہنچانے کے لئے ضروری ہے۔ لہٰذا اس مقصد کے لئے اگر وہ دنیاوی کلام کرے، دنیوی اسباب میں مشغول رہے تو اس کی گنجائش ہے اور یہ کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ اور اچھی بات ہے تاکہ بندوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرنے اور فائدہ پہنچانے کا راستہ بند نہ ہو۔ پس ایسے شخص کا باطن اس کے ظاہر سے بھی بہتر ہے اور یہ جو نما گندم فروش کی مثل ہے۔ جبکہ ظاہر بین لوگ ان کو اپنی طرح گندم نما جو فروش تصور کرتے ہیں اور اس کے ظاہر کو اس کے باطن سے بہتر جانتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ شخص بظاہر دنیا سے بے تعلق دکھائی دیتا ہے مگر باطن میں ہماری طرح اس کی محبت میں گرفتار ہے۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ الْعُلٰى

توضیح: اس مکتوب شریف میں حضرت امام ربانی نور اللہ مرقدہ نے دنیا کی مذمت کے ساتھ ساتھ ان جاہل اور دین و شریعت کی حقیقت سے بے خبر لوگوں کی بعض غلط فہمیوں کو دور فرمایا ہے جو خوشحال و خوش پوشاک بزرگانِ دین کو اپنے جیسا دنیادار سمجھتے ہیں اور ان کی نظر میں ولایت و بزرگی کے لئے دنیا و دولت سے دور اور دنیوی نعمتوں سے بے بہرہ

رہنا بہت ضروری ہے۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ جو لوگ حلال و جائز طریقہ پر دنیوی کام کاج کرتے اور پوری طرح سے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتے ہیں بالفاظ حضرتِ امامِ ربانی قدس سرہ ان کا باطن توان کے ظاہر سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ ایسے ہی افراد کو آپ نے جو نما گندم فروش قرار دیکر ان کے بالمقابل ان لوگوں کو گندم نما جو فروش فرمایا جو اپنے ظاہر کو تو بڑا دیدہ زیب اور خوبصورت رکھتے ہیں لیکن اپنے باطن کی خبر نہیں رکھتے۔ شعر:

اولیاء را بر قیاسِ خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

یعنی اولیاء اللہ کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو، لکھنے میں تو شیر اور شیر یعنی دودھ دونوں ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن ان کی حقیقتوں میں غیر معمولی فرق ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ بھی بظاہر تو دوسرے انسانوں جیسے ہی ہیں، ان کی طرح کھاتے پیتے اور رہتے ہیں لیکن حقیقت کے لحاظ سے عوام الناس سے بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کاملین کی قدر عطا فرمائے آمین۔

درس نمبر ۲۸۔ فضیلت صحبتِ مشائخ نقشبند قدس اللہ اسرارہم

حصہ پنجم، مکتوب نمبر ۲۸۱

بنام۔ حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ

الحمدُللّٰہِ وسلامٌ علیٰ عِبادِہِ الذینَ اصْطَفیٰ

شکرِ ایں نعمتِ عظمیٰ بکدام زباں بجاآرد۔۔۔تا۔۔۔ترکستان است۔

ترجمہ: میں کس زبان سے اللہ تعالی کی دی ہوئی اس نعمت عظمیٰ کا شکر بجالاؤں کہ حضرت حق سبحانہ وتعالی نے ہم فقیروں کو اہل سنتہ وجماعتہ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے مطابق درست عقائد عطا کرنے کے بعد طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ ہونے کا شرف بخشا اور اس برگزیدہ خاندان سے نسبت اور مریدی سے سرفراز کیا۔ اس فقیر کی نظر میں طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں ایک قدم چلنا دوسرے طریقوں کے سات قدم چلنے سے بہتر ہے۔ جو راستہ بطور وراثت واتباع کمالاتِ نبوت تک پہنچتا ہے وہ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اسی بناء پر اس فقیر نے اپنے بعض کتب ورسائل میں تحریر کیا ہے کہ ان بزرگان نقشبند کا طریقہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وراثت کے طور پر کمالاتِ نبوت کا کامل حصہ حاصل کیا، اس طریقہ کے منتہی حضرات بھی ان کے تبعیّت کی بدولت کامل حصہ حاصل کر لیتے ہیں۔ جب کہ مبتدی اور متوسط جو راہ سلوک میں تاحال کمال تک نہیں پہنچے پھر بھی چوں کہ اس طریقہ کی پابندی کرتے ہیں اور اس طریقہ کے منتہی حضرات سے کامل محبت رکھتے ہیں تو ان کو بھی یہی امید ہے کہ کمالات نبوت میں سے اپنا حصہ پاجائیں گے۔ اَلْمَرءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسے محبت ہوگی۔ یہ حدیث شریف دورافتادہ سالکوں کے لیے بڑی خوشخبری ہے۔ اس طریقہ میں ناکام ونامراد وہ شخص ہے جو اس طریقہ میں داخل ہو لیکن اس طریقہ کے آداب کا لحاظ نہ رکھے اور اپنی طرف سے نئی باتیں گھڑ کر طریقہ میں داخل کر لے یا اپنے کشف اور خوابوں پر بھروسہ کرے اور اس طریقہ کے خلاف اقدام کرے۔ اس صورت میں

طریقہ عالیہ کا کوئی قصور نہیں ہے، اس لئے کہ وہ اپنے خواب اور کشف کی راہ پر چلتا ہے کہ ترکستان کی طرف رخ کر کے جارہا ہے اور جان بوجھ کر کعبۃ اللہ سے منہ پھیر لیا ہے پھر بھی کہتا ہے کہ میں خانہ خدا کی زیارت کرنے جارہا ہوں۔ شعر:

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی

ایں راہ کہ تومی روی بترکستان است

ترجمہ: اے اعرابی! تو کعبہ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ جس راستے تو جارہا ہے وہ ترکستان کو جاتا ہے۔

درس نمبر ۲۹۔ اتباعِ سنت ہی کام آئیگا

حصہ سوم، مکتوب نمبر ۱۸۴

بنام۔ حضرت قلیج اللہ بیگ رحمۃ اللہ علیہ

نحمدُہٗ وَنُصَلِّیْ علٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

عبارت مکتوب شریف: اے فرزند آنچہ فردا بکار خواہد آمد متابعت صاحبِ شریعت است علیہ الصلوٰۃ والسلام۔۔۔تا۔۔۔ ھٰذا۔

ترجمہ: اے صاحبزادہ کل بروز قیامت جو چیز کام آئیگی وہ صاحب شریعت حضرت محمد مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری ہے۔ حال، وجد وعلوم و معارف اور رموز واشارات اگر اس تابعداری کے ساتھ جمع ہو جائیں تو بہتر ہے اور عظیم نعمت ہے۔ ورنہ سوائے خسارہ اور استدراج یعنی ڈھیل کے اور کچھ نہیں۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو بعد از وفات ایک شخص نے خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا، تو جواب میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

طَاحَتِ الْعِبَادَاتُ وَفَنِیَتِ الاِشَارَاتُ وَمَانَفَعَنَا اِلاَّ رکیعَاتِ رَکَعنَاھَافِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ۔

ترجمہ: ہماری تمام عبادات اڑ گئیں اور کشف و کرامات فنا ہو گئیں اور یہ کوئی نفع نہ دے سکے ماسوا ان دو رکعتوں کے جو ہم درمیان رات کو اٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے اوپر لازم ہے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تابعداری کریں اور قول و عمل واعتقاد میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی مخالفت سے بچیں، اس لئے کہ اتباع سنت میں خیر و برکت ہے اور مخالفت میں بدبختی اور ہلاکت ہے، اس بات کو خوب یاد رکھیں۔

توضیح: اس مکتوب شریف میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے اتباع سنت رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت واضح فرمادی کہ اگر کسی کو اتباع سنت کی دولت کے ساتھ ساتھ علم و عمل اور کشف و کرامت اور حال و وجد حاصل ہوں تو اچھی بات ہے لیکن اگر شریعت کی تابعداری کے بغیر یہ چیزیں حاصل ہوں تو انکی کوئی حیثیت نہیں، الٹا اس آدمی کے لئے خسارہ کا باعث بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ آمین۔

نیز اس مکتوب میں آپ نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نماز تہجد کی عنداللہ مقبولیت کا ذکر کر کے اپنے مریدین یعنی نقشبندی مجددی سلسلہ سے وابستہ سالکین کو نماز تہجد ادا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اسی موضوع پر ہمارے ایک شیخ حضرت پیر فضل علی قریشی نقشبندی قدس سرہ بغداد کے ایک خلیفہ کا ذکر فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ خلیفۂ وقت کو اس کی والدہ نے کہا بیٹا تیرا ملک آج کل میں برباد ہونیوالا ہے اس لئے کہ میں نے آج رات بربادی کی علامت دیکھی ہے اور وہ یہ کہ رات نماز تہجد پڑھنے کے لئے صرف ستر عورتیں آئی تھیں، حالانکہ محلہ میں بسنے والی عورتیں ایک سو سے زیادہ ہیں۔ لہٰذا جلدی سے اس کا تدارک کرو۔ مذکورہ مکتوب اور واقعہ کی روشنی میں ہم اہلِ ذکر فقیروں کے غور کے لئے اہم درس اور تاکید و تنبیہ ہے، لہٰذا جہاں تک ہو سکے نماز تہجد میں کوتاہی نہ کریں۔

درس نمبر ۳۰۔ مذہبِ اہل السنۃ والجماعت

حصہ ششم، مکتوب نمبر ۳۶

بنام۔ حضرت خواجہ محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ

بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات میر ساند۔۔۔تا۔۔۔طفیلِ ایشاں

ترجمہ: حمد و صلوٰۃ اور سلامِ مسنونہ کے بعد احوال یہ کہ درویشوں کی محبت اور ان سے ربط و الفت اور اس بلند مرتبہ گروہ کی باتوں کو سننے کی رغبت اور اس محترم طبقہ کے اخلاق و اطوار کی طرف قلبی میلان اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور اس کی دی ہوئی بڑی دولت ہے۔ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ'' آدمی قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی۔

عبارت مکتوب شریف: چوں دریں ایام از بحث امامت بسیار مذکور می شود۔۔۔تا۔۔۔

ترجمہ: چوں کہ آجکل امامت یعنی نیابت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر بہت زیادہ بحث ہو رہا ہے اور ہر ایک اس موضوع پر اپنے گمان و اندازہ کے مطابق گفتگو کر رہا ہے۔ حسبِ ضرورت اس عنوان پر چند سطریں لکھی جاتی ہیں اور مذہبِ اہل سنت و جماعت اور مخالف مذہبوں کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔

اے نیک نام! شیخین یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت اور ختنین یعنی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے دو داماد حضرت عثمانِ غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی محبت اہل سنت والجماعت کی علامات میں سے ہے۔ شیخین کی افضلیت جس کے ساتھ ختنین کی محبت بھی شامل ہو، اہل سنت والجماعت کی خصوصیات میں سے ہے۔ شیخین کی افضلیت تو صحابہ کرام اور تابعین حضرات رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت ہے، اور اس بات کو اکابر ائمہ نے جن میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک ہیں، نقل کیا ہے۔ اور حضرت شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی باقی امت پر فضیلت قطعی، یقینی ہے۔ نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے بھی تواتر سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی حکومت و خلافت کے زمانہ میں کثیر جماعت کے روبرو اپنے

دوستوں سے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس امت کے بہترین فرد ہیں، اور اس بات کو امام ذہبی نے بیان کیا ہے۔ اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام لوگوں سے بہتر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور انکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور انکے بعد ایک اور شخص ہیں، پس انکے صاحبزادہ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا پھر آپ؟ فرمایا میں نہیں ہوں، مگر مسلمانوں میں سے ایک عام مسلمان ہوں۔

غرضیکہ شیخین کی افضیلت باوثوق اور معتبر راویوں کی کثرت کے باعث شہرت اور تواتر کی اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ اس کا انکار جہالت یا دشمنی کی بناء پر ہی ہو سکتا ہے۔ عبد الرزاق جو اکابر شیعہ میں ہے، نے جب انکار کی گنجائش نہ دیکھی تو بے اختیار شیخین کی افضیلت کا قائل ہوا اور کہنے لگا کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ خود شیخین کو اپنے اوپر فضیلت دیتے ہیں تو میں بھی انکے فرمان کے مطابق ان پر شیخین کو فضیلت دیتا ہوں، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ فضیلت نہ دیتے تو میں بھی نہ دیتا، اور یہ بڑا گناہ ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دعویٰ کروں اور پھر انکی مخالفت کروں۔ چونکہ رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کے ان دو دامادوں حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان فتنہ برپا ہو گیا تھا اور لوگوں کے معاملات میں بہت خلل واقع ہو چکا تھا اور اس سلسلہ میں لوگوں کے دلوں میں کدورت بے حد پیدا ہو چکی تھی اور مسلمانوں کے مابین کینہ و عداوت کا غلبہ ہو چکا تھا۔ اسی ضرورت کے تحت دونوں دامادوں کی محبت کو بھی اہل سنت و جماعت کے شرائط میں شمار کیا گیا تاکہ کوئی جاہل اس بناء پر حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے بدگمانی نہ کرے اور پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں کے ساتھ بغض و عداوت نہ رکھے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اہل سنت ہونے کے لئے شرط ہے اور جو یہ محبت نہیں کھتا اہل سنت سے خارج ہے اور اس کا نام سنی نہیں خارجی ہے۔ اور جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں افراط کی راہ اختیار کی اور جس قدر محبت ہونی چاہئے اس پر زیادتی کی اور محبت میں غلو کیا اور حضور خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف زبان درازی کی، انکو گالیاں دیں اور ان پر طعن و ملامت کیا اور صحابہ کرام، تابعین عظام اور سلف صالحین علیہم الرحمۃ کا طریقہ ترک کیا، اس کا نام رافضی پڑ گیا یعنی اہل حق کے راستہ کو ترک کرنے والا۔ پھر اہل سنت متوسط طریقہ پر ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی محبت میں افراط اور تفریط کی راہ جو رافضی اور خارجی لوگوں

نے اختیار کی ہے، اس کے درمیان والی راہ اہل سنت نے اختیار کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ درمیانگی اور وسط ہی حق ہے اور افراط و تفریط دونوں برے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃاللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تجھ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے کہ اس سے یہودیوں نے دشمنی کی یہاں تک کہ اس کی پاکدامن والدہ سیدہ مریم امِ حضرت عیسیٰ علیہا السلام پر بہتان لگایا، اور اسے نصاریٰ نے دوست رکھا یہاں تک کہ اسے اس مرتبہ تک لے آئے جس کے وہ لائق نہ تھے، یعنی ان کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے۔ مذکورہ روایت کے بعد حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے حق میں دونوں گروہ ہلاک ہونگے۔ ایک وہ جو میری محبت میں افراط کرینگے اور میرے لیے وہ کچھ ثابت کرینگے جو مجھ میں نہیں ہے، دوسرے وہ جو میرے ساتھ دشمنی رکھیں گے اور عداوت کی بنیاد پر مجھ پر بہتان لگائیں گے۔ اس طرح آپ نے خارجیوں کے حال کو یہودیوں کے حال سے اور رافضیوں کے حال کو نصاریٰ کے حال سے تشبیہ دی کہ یہ دونوں فرقے حق کے متوسط راستے سے دور ہٹے ہوئے ہیں۔ لہٰذا وہ شخص بڑا ہی جاہل ہے جو اہل السنت والجماعت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے محبوں میں سے نہیں سمجھتا اور محبت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو رافضیوں سے مختص تصور کرتا ہے۔

یاد رکھو! محبت حضرت علی رضی اللہ عنہ رفض نہیں بلکہ حضرات خلفائے ثلاثہ حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی گستاخی اور ان سے بیزاری رفض ہے، بلکہ جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے بیزاری قابل مذمت اور قابل ملامت ہے۔

توضیح:

اس مکتوب شریف میں جو کہ کافی تفصیلی ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے عقائدِ مسلکِ حقہ اہل سنت والجماعت کا مدلل طریقہ پر ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ مخالف گروہ کے عقائد کا نہایت ہی شستہ و عمدہ انداز میں ذکر فرمایا ہے۔ جس میں کسی کی دل آزاری نہیں بلکہ دعوتِ غور و فکر ہے۔ مثلاً اسی مکتوب میں فرمایا

محبت اہل بیت سرمایہ اہلِ سنت است، مخالفاں ازیں معنٰی غافل اند واز محبتِ متوسطِ ایشاں جاہل۔

ترجمہ: اہل بیت نبوۃ کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے۔ مخالف حضرات اس حقیقت سے غافل ہیں اور ان کی متوسط محبت سے لاعلم ہیں۔

مزید فرمایا پس محبانِ اہلِ بیتِ رسول علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات اہل سنت باشند وفی الحقیقت گروہِ اہل بیت ہم ایشاناں۔

ترجمہ: لہٰذا اہل بیت رسول صلّی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے تو اہل سنت ہیں اور حقیقت میں اہل بیت کی جماعت بھی یہی ہیں۔

درس نمبر ۱۳۔ محبتِ پیر

مکتوب نمبر ۲۸۰

بنام۔ حافظ محمود رحمۃ اللہ علیہ

بعد الحمد والصلوٰۃ

ترجمہ: حمد و صلوٰۃ اور دعا کے بعد احوال یہ کہ آپ کا مکتوب جو کہ مولانا مہدی علی کے ہاتھ بھیجا تھا وصول پایا اور باعث مسرت بنا۔ الحمد للہ سبحانہ و تعالیٰ کہ فقراء اہل ذکر سے محبت جو کہ دنیوی اور اخروی سعادت کا سرمایہ ہے، مضبوط و مستحکم اور طویل عرصہ صحبت سے دوری نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا۔

دو چیزوں کی حفاظت کرنا لازمی و ضروری ہے، ایک صاحب شریعت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کی تابعداری، دوم اپنے شیخ و مقتدیٰ سے اخلاص و محبت ہے۔

ان دو چیزوں کے ہوتے ہوئے جو کچھ (کشف و کرامات و احوال) دیا جائے نعمت ہے اور اگر کچھ بھی نہ دیں لیکن یہ دونوں مضبوطی سے حاصل ہیں تو غم و فکر کی کوئی بات نہیں۔ آخر کار اسے (باطنی کرامات و کمالات) دے دیں گے۔ لیکن اگر العیاذ باللہ ان دو میں سے کسی ایک میں خلل واقع ہو، گو اس کے ساتھ احوال و اذواق یعنی کشف اور باطنی لذت حاصل رہیں تو ان کو استدراج یعنی ڈھیل سمجھنا چاہیے اور اس میں اپنے لیے خرابی کے سوا کچھ نہ سمجھا جائے۔ استقامت کا طریقہ یہی ہے۔

واللہ سبحانہ الموفق۔ والسلام

مختصر حالات حضرات مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

سید المرسلین رحمۃ اللعالمین سیدنا محمد رسول اللہ

صلّی اللہ علیہ وسلم

بعثت باعث رحمت آپ کا اسم شریف محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کنیت ابو القاسم اور والد گرامی کا نام عبد اللہ ہے۔ زیادہ تر روایات کے مطابق عام الفیل (جس سال ابرہ ہاتھی لے کر بیت اللہ شریف کی بے حرمتی کرنے کے ارادہ سے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر ہلاک ہوا تھا) کو ۱۲ ربیع الاول بروز پیر بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مکہ مکرمہ میں اس دنیائے رنگ و بو میں تشریف فرما ہو کر اس عالم کو عزت بخشی۔

آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا تعارف یوں بیان فرمایا۔

انا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب، ان الله خلق الخلق فجعلنی فی خیرهم ثم جعلهم فریقین فجعلنی فی خیرهم فرقة، ثم جعلهم قبائل فجعلنی فی خیر هم قبیلة ثم جعلهم بیوتا فجعلنی فی خیرهم بیتا، فانا خیرهم نفسا و خیرهم بیتا و انا اول الناس خروجا اذا بعثوا و انا قائدهم اذا وفدو وانا خطیبهم اذا انصتوا وانا مستشفیهم اذا حبسوا وانا مبشرهم اذا یئسوا الکرامة

ترجمہ: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں، بیشک جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے مخلوق میں سے سب سے بہترین مخلوق یعنی انسانوں میں پیدا فرمایا، پھر ان کے دو گروہ بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین گروہ میں سے کیا، پھر ان کے قبیلے بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین قبیلہ یعنی قریش میں سے کیا، پھر ان کو گھروں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں سے بہترین گھر یعنی بنو ہاشم میں پیدا فرمایا۔ میں اپنی ذات کے لحاظ سے خواہ گھر کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں اور میں تمام لوگوں میں سے سب سے پہلے (گنبذ خضریٰ سے) نکلوں گا اور جب وہ گروہ کی صورت میں خدا کے سامنے حاضر ہوں گے تو میں ان کا پیشوا ہوں گا اور جب وہ میدان محشر میں خاموش ہوں گے تو میں انکا خطیب ہوں گا اور جب وہ جنت میں داخل ہونے سے رد کیے جائیں گے تو میں ان کی سفارش کرنے والا ہوں گا اور جب وہ ناامید ہو جائیں گے تو میں ان کو خوشخبری دینے والا

والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی وانا اکرم ولد آدم علیٰ ربی یطوف علی الف خادم کانھم بیض مکنون واذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخرلولاہ لما خلق اللہ سبحانہ الخلق ولما اظھر الربوبیۃ وکان نبیا وآدم بین الماء والطین۔	ہوں گا۔ عزت واحترام اور جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لواء الحمد یعنی حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ ہو گا۔ میں اپنے رب کے حضور اولاد حضرت آدم علیہ السلام میں سے سب سے زیادہ محترم ہوں۔ وہاں ہزارہا خادم یعنی حور و غلمان میرے گرد پھریں گے اور وہ ایسے ہوں گے گویا کہ خوش نما آبدار موتی ہوں۔ اور جب قیامت کا دن ہو گا میں نبیوں کا امام، ان کا خطیب اور شفاعت کرنے والا ہوں گا، لیکن مجھے اس پر فخر نہیں۔ اگر حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی ذات نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ فرماتا اور نہ ہی اپنے ربوبیت کا اظہار کرتا اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے (یعنی ابھی پیدا ابھی نہیں ہوئے تھے)

شعر:

نماند بعصیان کسے ر گرو
کہ دارد چنیں سید پیشرو

ترجمہ: گناہوں کے عوض وہ پکڑا نہ جائے گا جس کا رہنما ایسا آقا نبی صلّی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔

وایضاً چوں آں سرور محبوب رب العالمین است متابعان او بواسطۂ متابعت بمرتبۂ محبوبیت میرسند چہ محب در ہر کہ از شمائل و اخلاق محبوب خود می بیند آن کس را محبوب خود می دارد و مخالفاں را ازیں جا قیاس باید کرد۔	ترجمہ: چوں کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم محبوب رب العالمین ہیں اس لیے آپ کی اطاعت کرنے والے اتباع سنت کی بدولت محبوبیت کے مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ کیونکہ محب جس کسی میں اپنے محبوب کے اخلاق وعادات دیکھتا ہے اسے بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ اسی پر مخالفوں قیاس کرنا چاہیے۔ (یعنی آپ صلّی اللہ علیہ وسلم سے مخالف عنداللہ بدترین انسان شمار ہوں گے)

شعر:

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا است

کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

ترجمہ: حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلم دونوں جہانوں کی آبرو ہیں، جو آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس کی مٹی نہیں بنتا اس کے سر پر مٹی ہو۔ یعنی ذلیل وخوار ہو۔

بچپن کا کچھ زمانہ دیہات میں بنی سعد قبیلہ میں گذارا۔ اسکے بعد مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہے، البتہ تجارت کے لیے بیرون حجاز القدسہ بھی چند ایک بار تشریف لے گئے۔ چالیس سال کی عمر میں جب آپ مکہ مکرمہ کے قریبی جبل نور کی چوٹی پر غار حرا میں گوشہ نشین تھے نبوت کے منصب اور قرآن مجید کے اعلان کے مأمور ہوئے۔ اسکے بعد مشکل ترین حالات میں رہ کر بھی اعلان حق کرتے رہے اور محدود افراد آپ کے دامن حق سے وابستہ ہوئے کہ نبوت کے تیرھویں سال بحکم الٰہی مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ دس سال تک وہاں اعلان کلمۃاللہ کرتے رہے۔ دشمنان اسلام سے معرکہ بھی ہوئے اور امن کے معاہدے بھی۔ تائید الٰہی سے ہر موڑ پر آپ ہی کامیاب و کامران رہے اور اس عرصہ میں دین اسلام اسقدر خوب پھیلا کہ ایک لاکھ سے زائد افراد نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے شرف حاصل کیا۔ باالآخر ۶۳ سال کی عمر میں بروز پیر ۱۲ ربیع الاول گیارہ ہجری کو رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور ان ظاہری آنکھوں سے اوجھل ہوگئے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ آج بھی زندہ ہیں اور امتیوں کے سلام کا جواب دیتے اور بارگاہ الٰہی میں گنہگاروں کے لیے شفاعت فرماتے ہیں۔

کیا ہی خوب فرمایا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃاللہ علیہ نے:

تو زندہ ہے واللہ، تو زندہ ہے واللہ

میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

چمک تجھ پاتے ہیں سب پانے والے

میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

آپ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مرشد کامل بلکہ بانی تھے۔ آپ کا نام مبارک عبداللہ اور کنیۃ ابو بکر ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ بچپن ہی سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کو غیر معمولی انس تھا۔ اسلام سے قبل ایک متمول اور دیانتدار تاجر کی حیثیت سے مشہور تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو جب خلعت نبوت عطا ہوا تو مردوں میں سب سے پہلے آپ ہی نے بلا توقف ایمان کی سعادت حاصل کی۔ اشاعت اسلام میں بھی آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ آسمان اسلام کے درخشندہ ستارے حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبداللہ اور دیگر کئی جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ہی کی دعوت پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کا قول ہے کہ دانائیوں میں بڑی دانائی تقویٰ ہے اور حماقتوں میں بڑی حماقت بدکاری ہے۔ آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اگر اتفاقاً کوئی ایسا کھانا کھا بیٹھے جس میں شبہ ہوتا تو معلوم ہونے پر قے کر ڈالتے اور فرماتے خداوند جو کچھ رگوں اور آنتوں میں سرایت کر گیا اس پر مواخذہ نہ فرما۔

سند خلافت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد فرماتے تھے میں تم میں بہترین شخص نہیں ہوں، اس لیے تمہیں میری مدد کرنی چاہیے۔ جب مجھے سیدھی راہ پر دیکھو تو پیروی کرو۔ ۶۳ سال کی عمر میں ۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳ ہجری میں مغرب نماز کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ گنبد خضریٰ میں حضور نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام سلمان، کنیت ابو عبداللہ اور وطن مالوف اصفہان (فارس) ہے۔ اسلام سے پہلے بہت سے عیسائی علماء کی خدمت و صحبت کی۔ ان میں سے ایک نے آپ کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے مقام بعثت اور ہجرت کی خبر دی، چنانچہ آپ عرب کے ایک قافلہ کے ساتھ حجاز مقدس آئے اور حضور کی مدینہ عالیہ تشریف آوری کے وقت وہیں موجود

تھے اور مشرف باسلام ہوئے۔ غزوہ خندق کے موقعہ پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے "سلمان مناا ہل البیت" فرما کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل بیت میں شامل فرمایا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا، جس کا پانچ ہزار درہم مشاہرہ آپ کو ملتا تھا لیکن وہ تمام کا تمام راہ خدا میں صرف کر دیتے تھے اور اپنے گذارہ کے لیے اپنے ہاتھ سے چٹائیاں بنا کر بیچتے تھے اور اس میں سے بھی تیسرا حصہ صدقہ کرتے تھے اور لوگوں کے صدقات سے خود کبھی نہیں لیتے تھے۔

بالآخر تقریباً ڈھائی سو سال کی عمر پا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دس رجب المرجب ۳۳ہجری میں شہر مدائن میں وفات پائی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ وہیں پر آپ کی آخری آرامگاہ ہے۔

خواجۂ خواجگان حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

تاریخ ولادت ۲۳ شعبان ۲۴ ہجری جائے ولادت مدینہ منورہ۔ آپ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی اور سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا تھے۔ زہد وعبادت، تقویٰ وطہارت میں اپنی مثل آپ تھے۔ یہاں تک کہ حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مادرکنافی المدینۃ احد انفضلہ علی القاسم بن محمد" کہ مدینہ طیبہ میں حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر فضیلت والا ہمیں کوئی نظر نہ آیا۔ اس کے باوجود کہ آپ مدینہ عالیہ کے مشہور سات فقہاء میں سے تھے، پھر بھی فرماتے تھے "لا نعلم کل مانسئال عنہ" یعنی ضروری نہیں کہ جو کچھ ہم سے پوچھا جائے وہ ہم جانتے ہی ہوں۔ نیز فرمایا "ومن العلم لاقولك "لا ادری" "، یعنی یہ کہنا کہ میں نہیں جانتا بھی ایک طرح کا علم ہی ہے۔

آپ سے بہت سی احادیث رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم مروی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "اعظم النساء برکۃ ایسرھم مؤنۃ" کہ عورتوں میں بہتر عورت وہ ہے جس کے اخراجات آسان ہوں۔

آپ ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۱ یا ۱۰۶ یا ۱۰۷ کو سفر حج یا عمرے کے دوران مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین فوت ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ المشائخ سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

آپ کا نام گرامی جعفر، کنیت ابو عبداللہ اور والد کا نام سیدنا حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت امام علی زین العابدین رضی اللہ عنہ آپ کے داماد ہیں۔ نیز آپ کو تبع تابعین میں سے ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ اکابرین امت حضرت امام مالک و حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ سیدہ ام فردہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتی بھی تھیں اور نواسی بھی۔ اس لیے آپ فرمایا کرتے تھے "ولدنی ابو بکر مدتین" کہ مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دوہری اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ نیکی تین اوصاف کے بغیر کامل نہیں ہو سکتی:

1. تو اپنی ہر نیکی کو معمولی سمجھے۔
2. اس کو چھپائے۔
3. اس میں جلدی کرے۔

آپ اہل السنۃ والجماعت کے پیشوا بالخصوص طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے سالار پیر طریقت ہیں۔ آپکی ولادت ۸ رمضان المبارک ۸۰ ہجری کو مدینہ طیبہ میں ہوئی اور ۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ ہجری کو مدینہ طیبہ ہی میں انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

سلطان العارفین سید الطائفہ حضرت بایزید بسطامی نور اللہ مرقدہ

آپ کا نام نامی طیفور، والد کا نام عیسیٰ اور کنیت ابویزید ہے۔ آپ ایک کردی عالم کے شاگرد تھے، مگر بعد میں علم ظاہری کو ترک کر کے فقیری کی راہ اختیار کی۔ آپ کی طرف بہت سی خلاف واقع باتیں منسوب کی گئیں ہیں جن کی کوئی اصل نہیں، جبکہ بعض حضرات نے ان کلمات کے ثبوت کی صورت میں اس کو حالت سکر و غلبہ پر حمل کیا ہے۔ آپ کے متعلق حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ "راہ توحید کے سالکوں کی انتہا بایزید کی ابتدا کے برابر ہے"۔ آپ حضرت معروف کرخی علیہ الرحمۃ کے پیر بھائی اور حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر ہیں۔ ولادت ۱۳۶ ہجری بسطام میں ہوئی اور ۱۵ شعبان ۲۶۱ ہجری کو بسطام میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے آپ نے روحانی فیض حاصل کیا۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے آپ کے متعلق فرمایا بایزید ہمارے درمیاں اس طرح ہیں جس طرح ملائکہ میں حضرت جبریل علیہ السلام۔ آپ کے ملفوظات میں ہے کہ نیکوں کی صحبت نیک کام کرنے سے بدرجہا بہتر ہے اور بروں کی صحبت برے کام کرنے سے زیادہ نقصان دہ اور مہلک ہے۔ طریقہ طیفوریہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے اور اس فرقہ کی بنیاد سکر و غلبہ پر ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ بنفشۂ الٰہی میں مست سرشار رہتے ہیں۔ آپ کی طرف بھی جو غیر مناسب باتیں منسوب کی گئی ہیں یا تو انکی کوئی اصل نہیں، جبکہ ثبوت کی صورت میں تحقیقی علماء نے اس کو آپ کی حالت سکر و غلبہ حال پر حمل کیا ہے۔

شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۳۵۲ ہجری فرقان میں۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی علی، والد کا نام جعفر اور کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ کو اویسی طریقہ پر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے باطنی فیض پہنچا اور انہی کے فیض کو آپ نے تمام جہاں میں عام کیا، لیکن آپ کی حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ تک نسبت چہار واسطوں سے مستند بھی ہے کہ آپ کی حضرت ابو مظفر موسیٰ طوسی سے نسبت ہے اور انکی خواجہ اعرابی بایزید عشقی سے اور انکی خواجہ محمد مغربی سے اور ان کی سلطان العارفین

بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے نسبت ہے۔اپنے شیخ کے مزار پرانوار سے فیض حاصل کرنے کے لیے خرقان جو قزدین کے قریب قصبہ کا نام ہے، سے پیدل بسطام جاتے تھے اور الٹے پاؤں واپس آتے تھے۔ کبھی بھی اپنے شیخ کے مزار کی طرف پیٹھ نہ کی۔

مشہور مسلم حکمران سلطان محمود غزنوی رحمۃاللہ علیہ آپ کے بڑے عقیدت مند تھے۔آپ کے استغناء اور خدادوستی کا یہ عالم تھا کہ جب پہلی بار سلطان محمود غزنوی نے آپ کا شہرہ سنااور خرقان پہنچ کر پیغام بھیجا کہ حضور میرے دربار میں ملاقات کے لیے قدم رنجہ فرمائیں تو آپ نے اس بات کو قبول نہ کیا۔خود سلطان ملاقات کے لیے خانقاہ عالیہ میں حاضر ہوا، لیکن آپ اسکی تعظیم کے لیے نہ اٹھے۔البتہ جب عقیدت و محبت سے سرشار ہو کر اور تبرک کے طور پر پیراہن مبارک لیکر ادب سے جانے کے لیے اٹھا تو حضرت اسکی تعظیم کے لیے اٹھے اور سلطان کے دریافت کرنے پر فرمایا پہلے میں تیری بادشاہی کے لیے نہ اٹھا اور اب تیری درویشی کے لیے کھڑا ہوا ہوں۔کہتے ہیں کہ جب سومنات پر چڑھائی کے وقت سلطان شکست کھانے لگا تو اضطراب کی حالت میں حضور ابوالحسن خرقانی رحمۃاللہ علیہ کا پیراہن مبارک ہاتھ میں لیکر بارگاہ الٰہی میں یوں ملتجی ہوئے:

الٰہی بآبروئے ایں خرقہ بریں کفار ظفر دہ

ہر چہ ازینجا غنیمت بگیرم بدرویشاں بدہم

ترجمہ: خدایا اس خرقہ کی آبرو کے صدقے میں مجھے ان کافروں پر فتح عطا کر، مجھے یہاں سے جو مال غنیمت ملے گا درویشوں کو دیدوں گا۔

حضرت شیخ ابوالحسن رحمۃاللہ علیہ کے توجہ الیٰ اللہ اور وصول کا یہ عالم تھا کہ فرماتے تھے تیس سال ہوئے ہیں سوائے حق تعالیٰ کے اور کوئی خیال میرے دل میں نہیں گذرا۔

آپ کا وصال خرقان ہی میں دس محرم الحرام ۴۲۵ ہجری میں ہوا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم شریف علی، والد کا نام عبداللہ اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ایران کے مشہور طوس کے قریب گرگان نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔آپ کی باطنی نسبت تو حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ سے ہے اور انہیں کے سلسلے کو آگے پھیلایا ہے لیکن آپ نے طریقہ سہروردیہ کے عظیم شیخ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔آپ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر بلکہ بعض روایات کے مطابق انکے شیخ ہیں۔ چنانچہ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ طوس میں میں نے شیخ المشائخ حضرت ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ درویش کے لیے کم سے کم کونسی چیز ہونی چاہیے جو کہ فقر کے شایان شان ہو۔ تو فرمایا فقیری کے لیے تین چیزیں ہونی چاہییں: ایک یہ کہ گدڑی میں پیوند درست لگانا جانتا ہو، یعنی ناقص مریدوں کی درست تربیت کر سکتا ہو۔ دوم یہ کہ درست سننا جانتا ہو یعنی سنی ہوئی بات پر غور کرتا ہو۔ سوم یہ کہ زمین پر قدم درست مارتا ہو یعنی خودی، تکبر اور اکڑ کر چلنے کا عادی نہ ہو۔

آپ صاحب تصنیف عالم بزرگ ہیں۔ ''اصول الطریقۃ وفصول الحقیقۃ'' نامی کتاب تصوف کے موضوع پر آپ کی تصنیف ہے۔اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ جس کام میں گناہ نہ ہو اپنے بھائیوں یعنی پیر بھائی یا دوست احباب کی موافقت کرنا فضیلت کے اعتبار سے نفلی روزہ سے کم نہیں ہے۔اور فرمایا روزہ کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ روزہ دار کی نظر میں اپنے روزہ کی کوئی قدر و منزلت نہ ہو۔

آپ ۲۳ صفر المظفر ۴۵۰ ہجری کو اس فانی جہاں سے کوچ فرما گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت خواجہ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام فضیل محمد بن محمد ہے۔طوس کے قریب فارمد نامی قصبہ میں آپ کی ولادت ۴۳۴ ہجری کو ہوئی۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے لیکن اویسی طور پر حضرت ابوالحسن

خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فیضیاب ہوئے۔ آپ کے صاحب کمال ہونے کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مرید اور تربیت یافتہ تھے۔ آپ کا وصال مؤرخہ ۴ ربیع الاول ۵۱۱ ہجری یا ۴۷۷ ہجری میں ایران کے مشہور شہر طوس جسے آجکل مشہد کہا جاتا ہے، میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار طوس یعنی مشہد میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

سلطان العارفین حضرت یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام گرامی یوسف اور کنیت ابویعقوب ہے۔ سنہ ۴۴۰ ہجری کے حدود میں ہمدان میں آپ کی ولادت ہوئی۔ حضرت ابو علی فارمدی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ، شریعت و طریقت کے جامع اور تربیت سالکین میں ضرب المثل تھے۔ بڑے بڑے علماء تربیت کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ بھی آپ کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ سید الکاملین صاحب کرامت ولی تھے۔ آپ کا انتقال رجب ۵۳۵ ہجری میں ہوا اور مزار مبارک مرو میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خواجہ خواجگان حضرت شیخ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ

آپ ۲۲ شعبان ۴۳۵ ہجری میں غجدوانی نزد بخارا میں پیدا ہوئے۔ صوفیاء کرام کے تمام سلسلوں میں آپ مقبول ہیں۔ اتباع سنت اور اجتناب بدعت کے معاملہ میں سخت تھے۔ آپ کو جوانی میں ذکر قلبی کا سبق حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے حاصل ہوا تھا، جس پر ہمیشہ کاربند رہے۔ اور جب شیخ الشیوخ حضرت خواجہ ہمدانی قدس سرہ بخارا میں تشریف لائے تو حضرت شیخ عبدالخالق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب تک خواجہ ہمدانی قدس سرہٗ نے بخارا میں قیام فرمایا حضرت غجدوانی قدس سرہ انکی صحبت میں رہے اور آپ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے استاد اور حضرت ہمدانی قدس سرہ آپ کے پیر و مرشد ہیں۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے

ہشت شرائط آپ ہی کے مقرر کردہ ہیں۔ آپ کے پاس انسانی شکل میں فرشتہ طالب دعا بن کر حاضر ہوا۔ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ ہجری بخارا کے قریب غجدوان میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ

محدثین، فقہاء و علماء کے حوالہ سے زرخیز زمین بخارا کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ وہاں نامور مشائخ طریقت اولیاء اللہ کا مولد و مدفن بھی ہے۔ ایسے ہی مشائخ میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ حضرت محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک کامل و اکمل ولی ہیں۔ جن کی ولادت بخارا سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر ریوگر نامی قصبہ میں ۲۷ رجب ۵۵۱ ہجری بمطابق ۱۵ ستمبر ۱۱۵۶ عیسوی کو ہوئی۔

اس زمانہ میں ریوگر سے ۳ میل کے فاصلے پر غجدوان نامی قصبہ میں خواجۂ خواجگان حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے، جن کے فیوض و برکات کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ حضرت محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ بھی انکی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ کہتے ہیں کہ بیعت ہونے کے بعد بس آپ اپنے شیخ کے ہو کر رہ گئے اور تمام عمر اپنے شیخ کی صحبت و خدمت میں گذار دی اور تصوف و طریقت میں کمال درجہ کو پہنچے۔

شریعت و سنت کی پابندی، زہد و تقویٰ کے ساتھ ساتھ رشد و ہدایت میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ انکے جانشین ہوئے اور کثیر تعداد میں لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے۔ تصوف کے موضوع پر ''عارف نامہ'' نامی آپ کا ایک رسالہ خانقاہ موسیٰ زئی شریف کی لائبریری میں موجود ہے۔

یکم شوال المکرم ۶۱۶ ہجری کو آپ کا انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار پرانوار ریوگر میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت شہر بخارا سے نو میل کے فاصلہ پر مؤرخہ ۱۸ شوال ۶۲۸ ہجری انجیر فغنہ نامی قصبہ میں ہوئی۔ آپ کا شمار حضرت خواجہ عارف ریو گری رحمۃ اللہ علیہ کے اعظم خلفاء میں ہوتا ہے۔ اسی بناء پر حضرت عارف رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر آپ کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا۔ اور آپ نے بھی دین متین کی مثالی اشاعت کی صورت میں نیابت کا حق ادا کیا۔

مشائخ نقشبند میں سے آپ نے بر بنائے مصلحت تقاضائے زمانہ ذکر بالجہر یعنی بلند آواز سے ذکر کرنا جو کہ طریقہ نقشبندیہ میں مروج نہیں ہے، شروع کیا۔ جسے نامناسب خیال کرتے ہوئے اس وقت کے عظیم محدث اور فقیہ حضرت شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حافظ الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں علماء کرام کا ایک وفد حضرت محمود انجیر فغنوی قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا اور انہوں نے ذکر بالجہر شروع کرانے کی وجہ دریافت کی۔ تو آپ نے فرمایا "تاکہ سویا ہوا بیدار ہو اور غفلت سے ہوشیار ہو، راہ راست پر آجائے، شریعت و طریقت پر استقامت کرے اور توبہ و رجوع الی اللہ کی رغبت کرے"۔ حضرت مولانا حافظ الدین محدث علیہ الرحمۃ نے عرض کیا حضور آپ کی نیت درست ہے لیکن اس کے لیے آپ کوئی حد مقرر فرمادیں تاکہ حقیقت مجاز سے اور آشنا بیگانہ سے ممتاز ہو جائے۔ اس پر حضرت فغنوی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا "ذکر جہر اس شخص کے لیے جائز ہے جس کی زبان جھوٹ و غیبت سے پاک ہو، جس کا حلق حرام و شبہ سے اور دل ریاء و سوسہ سے یعنی لوگوں کے دکھاوے اور سنانے سے اور اس کا دماغ غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے پاک ہو"۔ ۷ ا ربیع الاول ۷۱۷ ہجری کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار پر انوار بخارا میں ہے۔

حضرت عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بخارا سے دو میل کے فاصلے پر واقع رامیتن نامی گاؤں میں ۵۹۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ مشہور لقب عزیزان ہے۔ عالم وشاعر اور ولی کامل تھے۔ تصوف کے موضوع پر آپ نے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

آپ کی صحبت بابرکت میں ایسا اثر تھا کہ جلد ہی سالک روحانی ترقی حاصل کر لیتے تھے۔ آپ کے درج ذیل ملفوظات سنہری الفاظ میں لکھنے کے قابل ہیں۔

''مرد وہ ہے جس کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔ نامرد وہ ہے جو ذکر کرے مگر خدا کے لیے نہ کرے، یعنی رضائے الٰہی کے سوا کوئی اور مقصد پیش نظر رکھتا ہو''۔

''عمل کر کے اسے بھلا دینا چاہیے''۔

آپ کی مشہور رباعی ہے۔

باہر کہ نشستی و نہ شد جمع دلت
وز تو نہ رمید زحمتِ آب و گلِت

زنہار ز صحبتش گریزاں می باش
ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

ترجمہ: جس کی صحبت کی مگر اس سے آپ کا دل مانوس نہ ہوا اور آپ سے مٹی و پانی والی اوصاف رخصت نہ ہوئیں یعنی اس کی صحبت سے اچھے اخلاق آپ کے اندر پیدا نہ ہوئے تو چاہیے کہ لازمی طور پر اس کی صحبت سے دور بھاگو۔ ورنہ عزیزان علیہ الرحمۃ کی روح آپ کے ساتھ نہ ہو گی۔ مجھ سے فیض حاصل نہ کر سکو گے۔ اگر فیض حاصل کرنا ہے تو غیروں کی صحبت کو ترک کر دو۔ ۲۷ رمضان المبارک ۷۱۵ ہجری یا ۷۲۱ ہجری کو ایک سو سال سے زائد کی طویل عمر پا کر اس فانی جہاں سے رخصت ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار پرانوار ملک فارس کے شہر خوارزم میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ محمد باباسماسی رحمۃاللہ علیہ

شہر بخارا سے نو میل کے فاصلہ پر واقع قریہ سماس میں آپ کی ولادت ۲۵ رجب ۵۹۱ ہجری کو ہوئی۔ اسی لیے آپ کو سماسی کہا جاتا ہے۔ جذبات و وارادت کا آپ پر غلبہ رہتا تھا۔ حضرت عزیزان علی رامیتنی رحمۃاللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت عزیزان علی رامیتنی نے رحلت کے وقت آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایااور اپنے تمام مریدین کو آپ کی ارادت کاامر فرمایا۔

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کی جائے ولادت قصر ہندوان جو کہ بخارا سے تین میل کی فاصلہ پر ہے، سے گذرتے ہوئے فرماتے تھے "زود باشد کہ ایں قصر ہندواں قصر عارفاں گردد" عنقریب یہ جگہ قصر ہندواں سے بدل کر قصر عارفاں بن جائے گی۔ چنانچہ جب حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کی ولادت ہوئی اور آپ کے جدامجد آپ کو دعائے برکت کے لیے حضرت باباسماسی کے پاس لائے تو حضرت باباسماسی نے حضرت شاہ نقشبند کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا اورانکے متعلق ارشاد فرمایا یہ لڑکا عنقریب اپنے وقت کاامام مقتدیٰ بنے گا۔ حضرت خواجہ نقشبند فرماتے ہیں کہ جب میری عمر ۱۸ سال ہوئی اور میری شادی کا پروگرام بنا تو میں حضرت باباسماسی قدس سرہ کی خدمت میں دعوت لیکر حاضر ہوا۔ حضور کی صحبت کی برکت سے اس رات مجھ پر گریہ زاری کا غلبہ ہوا۔ صبح کو لنگر کھانے کے بعد آپ نے مجھے ایک روٹی ساتھ لے چلنے کو کہا، میں نے ہچکچاہٹ محسوس کی تو فرمایا رکھ لو کام آئیگی۔ چنانچہ حضور میرے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک مخلص ملا۔ نہایت درجہ خوش ہوااور آپ کو دعوت دے کر گھر لے گیا۔ اس کو بے چین دیکھ کر حضور نے فرمایا سچ سچ بتاؤ کیا بات ہے۔ کہنے لگا حضور گھر میں پنیر تو موجود ہے مگر روٹی موجود نہیں ہے۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا وہ روٹی نکالو تم نے دیکھا آخر وہ روٹی کام آہی گئی۔ آخر عمر میں حضرت باباسماسی قدس سرہ نے بطور خاص اپنے خلیفہ نائب حضرت امیر کلال علیہ الرحمۃ سے فرمایا تھا "تم میرے اس فرزند بہاؤالدین کے حق میں تربیت و شفقت میں ہر گز کوتاہی نہ کرنا" چنانچہ حضرت امیر کلال نے آپکی عمدہ تربیت کی اور الحمدللہ آپ کی یہ پیشنگوئی سو فیصد درست ثابت ہوئی

اور قصر عارفاں بخارا سے نقشبندی فیض دنیا بھر میں پھیلا اور پھیل رہا ہے۔ آپ کا انتقال ۱۰ جمادی الآخر ۷۵۵ ہجری میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار پر انوار بھی قریہ سماس میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

حضرت سید شمس الدین امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

آپ عالی نسب سید سادات میں سے ہیں۔ آپ کی جائے ولادت بخارا ہے۔ شہر بخارا سے چھ میل کے فاصلہ پر سوخار نامی قریہ میں ۶۷۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔ معاش کا ذریعہ زراعت تھا۔ طاقت ور پہلوان تھے، شوق سے کشتی کھیلا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ لوگوں کا مجمع لگا ہوا تھا، کشتی کا کھیل شروع تھا کہ وہاں سے حضرت بابا سماسی قدس سرہ کا گذر ہوا تو آپ وہیں کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے "یہاں موجود ایک شخص سے بندگان خدا کو فیض پہنچے گا، میں اسی لیے کھڑا ہوں"۔ چنانچہ یہ سید زادے اسی وقت سے حضرت بابا سماسی علیہ الرحمۃ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ صحبت وخدمت میں رہ کر آپ کے خلیفہ بلکہ جانشین بنے۔ آپ کے باکمال اور صاحب فیض ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم پیشوا حضرت سید بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد ہیں۔ بروز بدھ ۲ جمادی الآخر ۷۷۲ ہجری کو اس دار فانی سے دائمی ملک بقا روانہ ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار سوخار ہی میں زیارت گاہ اور مرکز رشد وہدایت ہے۔

حضرت خواجۂ خواجگان بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم شریف محمد اور والد گرامی کا نام بھی محمد ہے۔ اسلامی تاریخی شہر بخارا سے تین میل کے فاصلہ پر قصر ہندواں نامی قصبہ میں محرم الحرام ۷۲۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے آپکی پیشانی پر آثار ولایت وہدایت نمایاں تھے اور یہ کیوں نہ ہوں جبکہ آپکی ولادت سے بھی پہلے وہاں سے گذرتے ہوئے قطب عالم حضرت محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ مجھے یہاں سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے۔ ایک اور مرتبہ فرمایا اب وہ خوشبو زیادہ ہو گئی ہے اور

جب آپ پیدا ہوئے اور دعا کے لیے آپ کے پاس لائے گئے تو انہیں اپنی فرزندی میں قبول فرمایا اور توجہات سے نوازا۔ اس طرح حضرت شاہ نقشبند کی ابتدائی روحانی تربیت بابا سماسی نے کی اور بعد میں آپ کو حضرت سید امیر کلال کے سپرد فرمایا۔

گو آپ نے ظاہری طور پر طریقت کی تعلیم و تربیت حضرت سید امیر کلال سے حاصل کی لیکن روحانی طور پر آپکی تربیت حضرت قطب عالم عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اویسی طریقہ پر فرمائی۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں میں اوائل احوال میں جذبات و بیقراری کے عالم میں راتوں کو اطراف بخارا میں پھرا کرتا تھا اور ہر مزار پر جاتا تھا۔ ایک رات میں تین مزارات پر گیا۔ آخر میں جس بزرگ کے مزار پر گیا وہاں حالت بے خودی میں میں نے دیکھا کہ قبلہ کی جانب سے دیوار شق ہو گئی اور ایک بڑا تخت ظاہر ہوا جس پر ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔ الغرض ایک شخص نے مجھے بتایا کہ یہ حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ میں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور وہ ارشادات فرمائے جو سلوک کے ابتداء اور درمیان و انتہا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی مکمل سلوک کی تعلیم دیدی۔ اس موقعہ پر تاکیدی طور پر آپ نے مجھے ارشاد فرمایا استقامت سے شریعت کے شاہراہ پر چلنا۔ کبھی اس سے قدم باہر نہ نکالنا۔ عزیمت اور سنت پر عمل کرنا اور بدعت سے دور رہنا۔ اسی لیے مدت العمر آپ شریعت و سنت پر کاربند رہے اور اتباع شریعت اور رسم و بدعت سے نفرت طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی امتیازی علامات ہیں۔ نقشبندی سلسلہ آپ کی طرف منسوب ہے۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تین اصطلاحات وقوف زمانی، وقوف عددی اور وقوف قلبی شاہ نقشبند قدس سرہ نے مقرر فرمائی ہیں اور آپ اویسی بھی ہیں کہ آپ کو روحانی نسب حضرت خواجہ عبدالخالق سے حاصل ہوئی۔

آپ کا وصال بروز پیر ۳ ربیع الاول ۷۹۱ ہجری میں ۷۳ برس کی عمر میں قصر عارفاں میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مزار شریف قصر عارفاں نزد بخارا میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ مشہور یہ ہے کہ حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کے سامنے یہ شعر پڑھا جائے

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو

شیئاللہ از جمال روئے تو

ترجمہ: میرے مولیٰ میں ایک مفلس کی حیثیت سے آپکی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں، خدارا اپنا جلوہ جہاں آرا مجھے دکھادے۔

شیخ علاؤالدین عطار رحمۃاللہ علیہ

حضرت علاؤالدین قدس سرہ خواجۂ خواجگان حضرت بہاؤالدین نقشبند بخاری قدس سرہ کے خلیفہ اول، داماد اور جانشین ہیں۔ لڑکپن ہی سے آپ پر حضرت شاہ نقشبند کی خصوصی نظر عنایت رہی۔ درجہ کمال پر فائز ہونے کے بعد اپنے سامنے ہی طالبان طریقت کی تعلیم آپ سے متعلق کردی تھی۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اتباع سنت اور عمل بہ حزیمت کا خصوصی اہتمام رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نامور علماء کرام نے بھی آپ کی طرف رجوع کیا۔ علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر اور مختلف علوم وفنون میں مثالی درسی کتب کے مصنف حضرت علامہ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں۔ ''واللہ ماعرفت الحق سبحانہ وتعالیٰ کماینبغی مالم اصل الیٰ خدمۃ العطار البخاری'' کہ خدا کی قسم میں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو جیسا چاہیے نہیں پہچانا تھا جب تک کہ میں حضرت علاؤالدین عطار رحمۃاللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا۔

بروز بدھ ۲۰ رجب المرجب ۸۰۴ ہجری کو اس فانی جہاں سے کوچ فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مزار مبارک موضع جفانیاں ماوراءالنہر کے علاقہ میں ہے۔

شیخ خواجہ یعقوب چرخی رحمۃاللہ علیہ

آپ کی ولادت غزنی کے چرخ نامی گاؤں میں ۷۶۲ ہجری میں ہوئی۔ باطنی تعلیم وتربیت کے لیے پہلے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃاللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انکے دست اقدس پر بیعت کی۔ خلوص ومحبت سے خدمت وصحبت میں رہ کر آپ سے فیوض باطنی حاصل کیے۔ اس قدر کہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃاللہ علیہ نے آپ کا

ہاتھ پکڑ کر فرمایا تیرا ہاتھ ہمارا ہاتھ ہے، جس نے تمہارا ہاتھ پکڑا اس نے ہمارا ہاتھ پکڑا۔ گو آپ کو طریقہ عالیہ کی اجازت حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھی لیکن آپ نے اس کی تکمیل حضرت علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر کی۔ اس لیے سلسلہ عالیہ میں آپ کا نام حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آتا ہے۔ تفسیر یعقوب چرخی آپ کی مشہور تصنیف ہے جو کہ قرآن و حدیث کے علاوہ تصوف و سلوک کے نکات پر بھی مشتمل ہے۔ ۵ صفر المظفر ۸۵۱ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تاجکستان کے دارالحکومت دوشنبہ کے نزدیک ہلغنون، گلستان نامی گاؤں میں آپ کا مرقد مبارک مرکز فیوض وہدایت ہے۔

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ماہ رمضان المبارک ۸۰۶ ہجری میں حضرت خواجہ محمود بن خواجہ شہاب الدین قدس سرہ کے گھر تاشقند کے قریب باغستان میں ہوئی۔ آپ کا اسم شریف عبیداللہ، لقب ناصر الدین اور احرار ہے، زیادہ مشہور لقب احرار ہے۔ آپ کا اہل خانہ ایک طرف تو امیر کبیر صاحب دولت و ثروت تھا تو دوسری طرف اہل ذکر صاحب فیض و کمال۔ آپ کے جدامجد حضرت شہاب الدین علیہ الرحمۃ نے جب آخری وقت میں الوداع کہنے کے لیے اپنے پوتوں کو بلایا تو قریب آنے پر کم سن حضرت عبیداللہ کے استقبال کے لیے کھڑے ہوگئے اور پھر گود میں لیکر فرمایا اس فرزند کے بارے میں مجھے شہادت نبوی صلّی اللہ علیہ وسلم ملی ہے کہ یہ پیر عالمگیر ہوگا اور اس سے شریعت وطریقت کو رونق حاصل ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ بچپن ہی سے آپ کو بزرگوں کی زیارت وملاقات کا شوق ذوق رہا۔ بہت سے بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دی اور فیض حاصل کیا۔ چنانچہ ۲۲ سے ۲۹ برس کے عمر تک آپ سفر میں رہے۔ ایک مرتبہ آپ ہرات میں تھے کہ ایک سوداگر نے آپ سے حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض پر اثر کی تعریف کی تو اسی وقت بلخ کے راستے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے۔ جاتے ہوئے ان کے مرشد پاک خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار کی زیارت کی۔

جب حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت احرار علیہ الرحمۃ نے خود اپنی اس ملاقات کا اس طرح ذکر فرمایا "جب میں حضرت یعقوب چرخی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچا، آپ بڑی شفقت و عنایت سے پیش آئے، بیعت فرمایا، روحانی تربیت فرمائی اور جلد ہی خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا"۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ جو آپ کے خلفاء میں سے ہیں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو طالب کسی بزرگ کی صحبت میں جانا چاہے تو اسے عبیداللہ احرار کی طرح جانا چاہیے کہ چراغ بتی اور تیل سب تیار ہے صرف دیاسلائی دکھانے کی دیر ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر قبولیت عامہ عطا فرمائی تھی کہ بعض اوقات فرمایا کرتے تھے اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی اور پیر کو مرید میسر نہ آئیں، مگر میرے ذریعے دوسرا کام لگایا گیا ہے اور وہ ہے شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ترویج واشاعت۔ حضرت احرار رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین و معتقدین میں جہاں درویش، فقراء نظر آتے ہیں وہاں بڑی تعداد میں امراء اور ولی بھی باادب کھڑے نظر آتے ہیں۔ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ ہجری کو انتقال فرمایا۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔ کوچہ ملایان سمرقند میں آپ کی آخری آرامگاہ ہے۔

حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بخارا کے علاقہ حصار کی نواحی بستی وخش میں مورخہ ۱۴ شوال ۸۵۲ ھجری کو پیدا ہوئے۔ خاندان کے لحاظ سے آپ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور و معروف شیخ حضرت خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہ کے نواسہ ہیں اور طریقت کے حوالہ سے انکے خلیفہ خواجہ خواجگان حضرت عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور بعد میں مسند نشیں ہیں۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ اس وقت سمرقند میں قیام پذیر تھے، جب آپ ان سے بیعت وفیضیابی کے لیے حصار سے روانہ ہوئے۔ ابھی آپ سمرقند سے چھ میل کے فاصلہ پر محلہ واسرائے میں پہنچے تھے کہ بذریعہ کشف معلوم ہونے پر حضرت خواجہ احرار علیہ الرحمۃ آپ کے استقبال کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ فقراء بھی تھے، لیکن کسے یہ معلوم نہ تھا کہ آپ کہاں جارہے ہیں۔ اسی اثناء میں حضرت محمد زاہد قدس سرہ کو بھی معلوم ہوا کہ حضرت احرار تشریف لا رہے ہیں چنانچہ آپ نے شیخ کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ قیام گاہ میں لے گئے اور اپنے باطنی احوال وواردات حضرت عبیداللہ

احرار قدس سرہ کی خدمت میں بیان کیے اور بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت نے آپ کو اُسی وقت بیعت فرمالیا اور اسی مجلس میں خصوصی توجہ و تصرف سے تمام روحانی منازل طے کرادیئے اور تکمیل کے درجہ تک پہنچا کر خلافت و اجازت سے سرفراز کرکے وہیں سے تبلیغ دین کے لیے رخصت بھی عنایت فرمادی۔ آپ کے بارے میں حضرت احرار علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا زاہد چراغ، تیل اور بتی تیار کرکے ہمارے پاس آئے تھے، ہم نے صرف روشن کرکے رخصت کیا۔ اللہ، اللہ! کس قدر فیاض اور کس قوت تصرف کے حامل و کامل شیخ اور کس کمال درجہ کی استعداد و صلاحیت والے مرید صادق کہ دوسرے مریدین جو برسوں میں حاصل نہ کرسکے حضرت زاہد قدس سرہ ایک ہی مجلس میں حاصل کرگئے۔

آپ یکم ربیع الاول ۹۳۶ ھجری کو اپنے آبائی وطن وخش میں واصل بحق ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وخش ہی میں آپ کا مزار پرانوار ہے۔ جہاں سے لاکھوں لوگ فیوض وبرکات حاصل کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ

۱۶ شوال ۸۴۶ ہجری کو ترکی کے اسقرار نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ نسب کے حوالہ سے آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور شیخ حضرت خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے ہیں، اس لیے بچپن ہی سے آپ کے دل کا میلان نیکی، ذکر و فکر اور تعلیم کی طرف تھا۔ آپ عرصہ تک تو ایک عام مولوی عالم کی طرح بچوں کو دینی تعلیم دیتے رہے لیکن بعد میں زہد و عبادت کی طرف اس قدر متوجہ ہوئے کہ زیادہ وقت جنگلوں اور ویرانوں میں گزارنے لگے۔ اسی اثناء میں آپ کے پاس حضرت خضر علیہ السلام آئے، ملاقات کی اور حضرت محمد زاہد علیہ الرحمۃ کی صحبت و خدمت اختیار کرنے کو کہا۔ چنانچہ آپ انکی خدمت میں گئے، بیعت ہوئے اور انکی توجہات عالیہ کے صدقے میں روحانی کمالات حاصل کئے اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوکر ایک مخلوق کو باطنی فیض سے سیراب کیا۔ لیکن پھر بھی تنہائی و گوشہ نشینی سے آپ کو زیادہ رغبت رہتی تھی۔ حضرت محمد زاہد رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ان کے مسند نشین مقرر ہوئے اور خلق خدا جوق در جوق آپ کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس طرح آپ نے طریقہ عالیہ نقشبندیہ پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔

۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ ہجری بروز جمعرات کو اس عالم فانی سے کوچ فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار پر انوار آبائی گاؤں اسقرار (ماوراء النہر نامی ترکی کا مشہور علاقہ) میں زیارتگاہ خاص وعام ہے۔

حضرت خواجہ محمد مقتدیٰ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قطب عالم حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہ کے گھر بخارا کے قریب امکنہ نامی گاؤں میں ۹۱۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور بزرگ والدین کی اعلیٰ تعلیم وتربیت نے آپ کو کمال درجات پر فائز کیا۔ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے آغوش میں ایک بچہ لیے ہوئے ہیں، غور سے جو دیکھا تو وہ بچہ ان کا لخت جگر محمد مقتدیٰ ہے تو پدری شفقت میں اور اضافہ ہوا اور پہلے سے زیادہ اس نونہال کی تعلیم اور تربیت پر توجہ مبذول فرمائی اور سیر وسلوک کی تکمیل پر ان کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ والد گرامی ومرشد کامل حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہ کے وصال کے بعد مسند نشین ہوئے اور خوب دین کی تبلیغ کی اور آپ شریعت و سنت کے نیز طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے اصول وضوابط کے سخت پابند تھے۔ آپ کی طبیعت مبارک میں انتہا درجہ کی انکساری تھی، چنانچہ آپ کے بڑھاپے کے زمانہ میں ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور مسجد بلندی پر واقع ہے اور آپ کا گھر کافی نیچے ہے، کمزوری کے باعث آنے جانے میں کافی تکلیف ہوتی ہے، اس لئے زیادہ بہتر ہوگا کہ آپ نماز عصر، مغرب وعشاء پڑھ کر ایک ہی بار واپس جایا کریں۔ جواب میں ارشاد فرمایا جیسی نمازیں ہم پڑھتے ہیں ان میں بس مسجد میں آنا جانا ہی تو کام ہے، باقی ہماری نمازوں میں کیا رکھا ہے۔ ایک طرف آپ کے اوپر دید قصور کا اسقدر غلبہ، اور دوسری طرف خداداد مقبولیت کا یہ عالم کہ والی توران عبیداللہ خان ہر روز صبح کے وقت قدم بوسی کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ برصغیر پاک وہند حضرت خواجہ امکنگی کے ممنون ومشکور ہیں کہ آپ نے اپنے خلیفہ حضرت محمد باقی باللہ قدس سرہ کو یہاں بھیج کر طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے یہاں کے عوام وخواص کو فیضیاب کر دیا۔

تقریباً نوے سال کی عمر میں ۲۲ شعبان ۱۰۰۸ ہجری میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپکا مزار شریف بخارا سے تین میل کے فاصلے پر امکنہ میں زیارتگاہ خاص وعام ہے۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت باقی باللہ قدس سرہ کی ولادت ۵ ذوالحج ۹۷۱ھ یا ۹۷۲ھ میں کابل میں ہوئی۔ تصوف و طریقت کی تعلیم حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ نیکی تقویٰ وصلاحیت کے پیش نظر حضرت امکنگی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت و خلافت سے نواز کر اشاعت اسلام کے لئے ہندوستان بھیجا۔ آپ ہی پہلے وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سرزمین ہند کے لوگوں کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے آشنا کیا۔ کابل سے ہجرت کرکے پہلے آپ لاہور تشریف فرما ہوئے، کچھ عرصہ لاہور میں قیام کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور آخر تک وہیں قیام فرما رہے۔ آپ کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ و نائب ہیں۔ نیز بین الاقوامی شہرت کے حامل محدث و فقیہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ سے فیضیاب ہوئے اور انہوں نے اپنے رسالہ موصل المرید الی المراد میں یہ تصریح فرمائی کہ نسبت فنا و بقا حاصل کرنے کے لیے طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں۔ عجز و انکساری (جو کہ فقیری کا ایک خاصہ ہے) کا آپ پر اس قدر غلبہ رہتا تھا کہ اگر کسی فقیر سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو فرماتے تھے ''یہ فقیر بیچارے کیا کریں، یہ تو ہماری صفت کا اثر ہے جو اس پر منعکس ہوا ہے '' رزقِ حلال کا آپ خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور فقیروں سے فرماتے تھے اگر تم ایک ہزار سال تک بھی ذکر کرتے رہو مگر تمہارا کھانا رزق حلال مال سے نہیں ہے تو تمہارا روحانی مقصد کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ صرف کھانا ہی نہیں بلکہ جلانے کے لکڑی، برتن اور پانی بھی حلال ذرائع سے حاصل ہونی چاہیے۔

آپ فرماتے تھے کہ ہمارے طریقہ کا مدار تین باتوں پر ہے۔

1. اہل سنت والجماعت کے عقائد پر ثابت قدم رہنا۔
2. دوام آگاہی۔
3. عبادت الٰہی۔

کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت کیا ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل اتباع کرنا۔ اس مخلص نے دوبارہ عرض کیا ممکن ہے کہ اتباع کرنیوالے کا مقصود حصول جنت یا جہنم کے عذاب سے نجات ہو؟ فرمایا ایسا تابعداری کرنے والا کچا ہے مکمل اتباع کرنے والا نہیں ہے۔

۲۵ جمادالثانی ۱۰۱۲ھ بروز ہفتہ سورج غروب ہونے میں ابھی کچھ دیر تھی کہ آپ باآواز بلند ذکر اسم ذات میں مشغول ہو گئے اور اللہ اللہ کہتے ہوئے روحانیت کا یہ آفتاب رحمت الٰہی کی شفق میں غروب ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ عمر مبارک فقط ۴۰ چالیس برس ہوئی۔ آپ کا مزار پرانوار دہلی میں قطب روڈ پر قدم شریف کے نزدیک زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد ومنور الف ثانی
شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت شب جمعہ ۱۴ شوال المکرم حضرت مخدوم عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سرہند شریف نامی قصبہ میں ہوئی۔ ولادت سے قبل ہی آپ کے والد گرامی کو بذریعہ خواب نیک نام صاحبزادہ کی ولادت کی خوشخبری سنائی گئی تھی۔ آپ کا سلسلہ نسب ۲۸ واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ چنانچہ شرعی حمیت وغیرت کے ایک موقعہ پر اپنے مکتوب میں ''رگِ فاروقیم درحرکت آمد'' فرما کر اس بابرکت نسب کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ حفظ قرآن کے بعد درسی کتب بمع معقولات وحدیث وتفسیر حضرت شیخ یعقوب، علامہ کمال الدین کشمیری اور مولانا قاضی بہلول رحمۃ اللہ علیہم کے پاس پڑھیں اور تصوف کی کتب مثلاً التعرت، عوارف المعارف اور فصوص الحکم اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کچھ عرصہ درس وتدریس میں مصروف رہے۔ اس کے بعد روحانی وباطنی علوم میں آپ نے محض سترہ سال کی عمر میں کمال حاصل کیا۔ بعد میں ہمہ تن تبلیغ واشاعت اسلام میں مشغول ہو گئے۔

مجدد الف ثانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "بَعَثَ اللهُ رَجُلًا عَلیٰ رَئِسِ اَحَدَ عَشَرَ مِئَاةِ سَنَةٍ هُوَ نُوْرٌ عَظِيْمٌ اِسْمُهٗ اِسْمِیْ بَيْنَ السَّلَاطِيْنِ الْجَابِرِيْنَ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ رِجَالٌ اُلُوْفًا" (الحدیث) ترجمہ: گیارھویں صدی کے سرے پر اللہ تعالیٰ ایک ایسا شخص پیدا کریگا جو نور عظیم ہوگا اور اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ وہ دو ظالم حکمرانوں کے درمیان زندگی بسر کریگا اور اس کی شفاعت سے کئی ہزار آدمی جنت میں داخل ہونگے۔ فرما کر جس مجدد اور نور عظیم کے آمد کی خوش خبری سنائی تھی، عالم اسلام کے جمہور علماء و مشائخ کی تصدیق کے مطابق اس کے مصداق حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃاللہ علیہ ہیں۔ مثلاً شاہ ولی اللہ رحمۃاللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃاللہ علیہ سے لیکر آج تک سب علماء و مشائخ آپ کو مجدد الف ثانی مانتے رہے ہیں۔ آپ نے احیاءِ سنۃ اور رد کفر و بدعۃ کے سلسلہ میں ایسے کارنامے انجام دیے کہ نہ پہلے کسی عالم یا ولی نے ایسا کر دکھایا نہ بعد میں کسی اور نے۔

آپ کے چھٹے جدامجد حضرت خواجہ رفیع الدین قدس سرہ علوم ظاہر و باطن کے جامع اور حضرت جلال الدین بخاری المعروف مخدوم جہانیاں رحمۃاللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ سرہند شہر کی بنیاد آپ ہی نے رکھی تھی۔ جبکہ آپ کے والد گرامی حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃاللہ علیہ بھی سلسلہ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کے مرید اور انکے خلف رشید حضرت شیخ رکن الدین علیہ الرحمۃ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کے والد بزرگوار فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے فرزند احمد کی ولادت کے دن حالت کشف میں دیکھا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے گھر میں تشریف فرما ہیں اور نومولود احمد کے کانوں میں اذان و تکبیر کہہ رہے ہیں۔

سلوک طریقت

شروع میں آپ نے اپنے والد گرامی حضرت عبدالاحد رحمۃاللہ علیہ کے ہاتھ پر طریقہ چشتیہ میں بیعت کی۔ اس کی تکمیل کے بعد والد گرامی ہی سے سلسلہ قادریہ میں بھی بیعت کی، مگر خرقہ خلافت حضرت شاہ کمال کیتھلی حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ سے حاصل کیا۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ

گو آپ دیگر سلاسل سے فیضیاب ہو چکے تھے لیکن آپ کو سلسلہ نقشبندیہ کی تڑپ ہر وقت بے قرار رکھتی تھی۔ چنانچہ ۱۰۰۷ ہجری میں والد گرامی کے انتقال کے بعد ۱۰۰۸ھ میں جب حج بیت اللہ اور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے ارادے سے سرہند سے روانہ ہو کر دہلی پہنچے تو دہلی کے علماء و فضلاء بکثرت آپ کی زیارت و ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ جن میں سے ملا حسن کشمیری رحمۃ للہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت محمد باقی باللہ قدس سرہ کا ذکر سنتے ہی بلا تاخیر آپ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت شیخ نے بھی دیکھتے ہی آپ کو پہچان لیا کہ یہ وہی عزیز ہیں جن کی خوش خبری سنا کر حضرت شیخ امکنگی قدس سرہ نے مجھے ہندوستان بھیجا تھا۔ چنانچہ آپ نے حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کو غیر معمولی شفقت و محبت سے نوازا، بیعت کیا اور کچھ عرصہ دہلی میں قیام کی ترغیب دی۔ چنانچہ آپ ڈھائی ماہ دہلی میں رہے اور حضرت محمد باقی باللہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا سلوک طے کیا۔ جس کی خوشخبری آپ کو مرشد کامل نے خود دی۔ دوسری بار حاضری پر حضرت باقی باللہ قدس سرہ نے خلافت و اجازت سے سرفراز فرمانے کے ساتھ ساتھ بعض اپنے مریدین بھی تربیت کے لئے آپ کے سپرد فرمائے۔ سرہند واپسی کے کچھ ہی عرصہ بعد حضرت باقی باللہ قدس سرہ نے آپ کے نام شوق و ملاقات پر مشتمل خط تحریر فرمایا۔ خط پڑھتے ہی آپ دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ جب دہلی کے قریب پہنچے تو معلوم ہونے پر حضرت شیخ آپ کے استقبال کے لئے کابلی دروازہ تک مع فقراء تشریف لائے۔ تیسری بار کی اس حاضری پر حضرت محمد باقی باللہ قدس سرہ نے اپنے فقراء سے فرمایا "اب آپ شیخ احمد کی طرف متوجہ رہیں، دورانِ حلقہ کوئی بھی میری طرف متوجہ نہ ہو" یہی نہیں بلکہ بعض احباب کو متأمل پا کر ارشاد فرمایا "شیخ احمد آفتاب ہیں اور ہم جیسے ستارے ان کی روشنی میں گم ہیں"۔ حد یہ ہے کہ خود بھی دوسرے مریدوں کی طرح حضرت امام ربانی کے حلقہ میں شامل ہوتے اور آداب بجالاتے رہے۔ جبکہ امام ربانی قدس سرہ تو ویسے بھی مریدانہ انداز میں آپ کے آداب بجالاتے تھے۔ آخری بار کی اس صحبت و ملاقات میں حضرت باقی باللہ قدس سرہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں خواجہ عبید اللہ اور خواجہ عبداللہ (یہ اس وقت شیر خوار بچے تھے) کو طلب فرما کر حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ سے توجہ دلائی۔ نیز انکی والدہ کو بھی غائبانہ توجہ دلائی (اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کو بزرگوں سے توجہ دلانا اور خواتین کو باپردہ کسی بزرگ سے توجہ دلانا جائز اور شریعت و طریقت کے عین مطابق ہے۔ اور یہ مشائخ ماسلف کے یہاں مروج رہا ہے)

اتباع سنت اور امام ربانی

حضرت امام ربانی رحمۃاللہ علیہ اتباع شریعت و سنت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ صدیاں گذرنے کے بعد بھی اس کی نظیر کہیں نظر نہیں آتی۔ یہ اتباع سنت کی برکت تھی کہ جس ملک کے معاشرہ کو جلال الدین اکبر اور جہانگیر جیسے حکمرانوں نے دین اسلام کے سراسر مخالف بنادیا تھا، مختصر سی مدت میں اسی ملک میں عوام الناس سے لیکر ایوان اقتدار تک بلاکم و کاست حق کا پیغام پہنچایا اور اپنی خداداد صلاحیت اور حکمت عملی کے ذریعے دینِ اسلام کی اشاعت کا ایسا ڈنکا بجایا کہ پہلے اسکا تصور کرنا بھی محال نظر آتا تھا۔ ہندوستان بھر میں اتباع شریعت و سنت کا راج اور خلاف شرع رسوم ورواج کی بیخ کنی اور علماء سوء (بدعقیدہ گمراہ اور گمراہ کن تعلیم یافتہ لوگوں) کی کوتاہیوں کی نشاندہی آپ کے تجدیدی کارناموں میں نمایاں طور پر شمار ہوتے ہیں۔ قید و بند کی صعوبتیں تو برداشت کیں لیکن اظہار حق میں اغماض و چشم پوشی سے کام نہیں لیا۔

وفات حسرت آیات

دین اسلام کی نشاۃ ثانیہ، تجدید و احیاء اور سلاطینِ وقت کی غیر معمولی اصلاح اور شریعت کی مثالی ترویج و اشاعت کے بعد بتاریخ ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ کی رات حسب معمول نماز تہجد کے لئے اٹھے اور اطمینان و سکون سے نماز تہجد ادا کرنے کے بعد وہاں موجود فقراء کو سفر آخرت کی خبر سنائی اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ اسی محویت میں آپ کی روح مبارک رفیق اعلیٰ سے جاملی۔ اِنا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے مطابق ۶۳ برس تھی۔ آپ کا مزار پر انوار سرہند شریف میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃاللہ علیہ

آپ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے صاحبزادہ اور جانشین ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۰۰۷ھ میں سرھند شریف میں ہوئی اور اسی سال حضرت امام ربانی قدس سرہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس لئے

حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی ولادت کو نیک فال خیال کرتے تھے اور اپنی زندگی ہی میں انکو قطب عالم کے منصب پر فائز ہونے کی بشارت دے دی تھی۔ گیارہ سال کی عمر میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے آپ کو بیعت فرمالیا اور طریقت کی تعلیم دی۔ سولہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ صرف ایک ماہ کی مختصر مدت میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اتباعِ سنت اور عمل بہ عزیمت کے سلسلے میں آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے عملی نمونہ تھے، جس کا اظہار مکتوبات معصومی میں بخوبی ہوتا ہے۔ حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے آپ کو وصیت فرمائی تھی کہ تم خوش دل ہو یا تنگ دل، ہر صورت میں جس سے بھی ملو خواہ وہ اچھا ہو یا برا، کشادہ پیشانی اور حسن اخلاق سے ملو۔ کسی پر اعتراض نہ کرو، گفتگو میں سختی ہر گز نہ کرو، خانقاہ کی ٹوٹی چٹائی کو تختِ سلطنت سمجھو۔ پرانی جھونپڑی اور سوکھی روٹی پر قناعت کرو۔ صحبت امراء اور مجلس سلطان سے پرہیز رکھو۔ حضرت معصوم قدس سرہ کی زندگی اسی عہد پر ختم ہوئی کہ سلطان شاہ جہاں آپ کی رفاقت کی تمنا کرتا رہا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ سلطان عالمگیر حلقۂ ارادت میں داخل ہوا۔ حاکمِ وقت تھا مگر حضرت صاحب کا اس پر اس قدر رعب طاری رہتا تھا کہ مجلس میں جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتا تھا اور آپ کی خدمت میں ادب کی بنا پر زبان سے شاذ و نادر ہی کچھ عرض کرتا تھا۔ لکھ کر گذارشات پیش کرتا تھا۔ مشہور روایت کے مطابق آپ کے ساٹھ ہزار خلفاء اور نو لاکھ مریدین تھے۔ کئی بادشاہ آپ کے مرید تھے۔ جب آپ حجاز مقدس تشریف لے گئے تو ہزاروں کی تعداد میں اہل حرمین آپ سے بیعت ہوئے۔ اس قدر تبلیغی مصروفیات کے باوجود درس و تدریس کا مشغلہ کبھی ترک نہ کیا۔ عصر کے بعد وعظ نصیحت کی مجلس ہوتی تھی۔ خواتین کی تلقین اور نصیحت کے لئے وقت مقرر ہوتا تھا۔ لوگ باعیال آپ کے دربار میں آتے، جن کے لئے علیحدہ جگہ کا انتظام ہوتا تھا اور حضرت قدس سرہ کی صاحبزادیاں درمیان میں واسطہ ہوتی تھیں۔

آپ کا انتقال ۹ ربیع الاول ۱۰۹۹ھ کو ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مزار مبارک سرہند شریف میں زیارتگاہ خاص و عام ہے۔

محی السنت حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ

آپ عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اللہ سرہ العزیز کے صاحبزادہ اور خلیفہ ارشد ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۰۴۹ھ میں سرہند شریف میں ہوئی۔ آپ کو فطرۃِ سلیمہ کے ساتھ نیکی، اتباع شریعت اور اعلاء کلمۃ الحق کے انعامات ترکہ میں حاصل تھے۔ کمال یہ کہ محض گیارہ سال کی عمر میں دینی تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل عالم وفاضل بن چکے تھے۔ اسی عمر میں والد محترم (حضرت قیوم ثانی علیہ الرحمہ) نے فناء قلب کی بشارت دی تھی۔ سلطان عالمگیر جو کہ نظامتِ ملتان کے زمانہ سے حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے، جب پورے ہندوستان کے والی بن گئے تو انکی تربیت کے لئے حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ نے اپنے نوجوان صالح فرزند حضرت سیف الدین قدس سرہ کا انتخاب فرمایا۔ آپ جیسے ہی شاہی قصر معلّٰی کے پھاٹک پر پہنچے تو دو ہاتھیوں کے مجسمے دیکھے۔ پہلے انکو تڑوایا پھر اندر داخل ہوئے۔ اسی طرح شاہی باغ میں جواہر اور موتیوں کی آنکھوں والی مچھلیوں کو تڑوادیا۔ سلطان عالمگیر علیہ الرحمۃ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے اس حسنِ انتخاب پر ہمیشہ آپ کے مشکور رہے۔ سلطان صالح کی للہیت اور حضرت محی السنت کی کمال روحانی تربیت تھی جس نے سلطان کو سالکِ طریقت بنادیا۔ اس قدر قرب سلطانی کے باوجود اہل دنیا کی صحبت سے ہمیشہ محترز رہے۔ یہاں تک دولت مندوں کے ساتھ کھانا نہ کھاتے تھے۔ کبھی بھی بادشاہ یا کسی امیر سے شرعی معاملہ میں رو ورعایت نہیں کی۔ خلافِ شرع کام سے بہت سختی سے روکتے تھے۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ ظہر و عصر کے درمیان خواتین کو درس حدیث دیا کرتے تھے۔ مرشد کامل (جو کہ آپ کے والدِ گرامی بھی تھے) اور جد امجد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرھما سے آپ کو فنائیت کے درجہ کی والہانہ عقیدت و محبت تھی جس کی ایک جھلک درج ذیل اشعار میں نظر آتی ہے، جو آپ رات کے وقت ان دونوں بزرگوں کے مزارات پر روتے اور گڑ گڑاتے ہوئے پڑھتے تھے۔

من کیستم کہ باتو دم دوستی زنم
چندیں سگانِ کوئے تو یک سگ منم

ترجمہ: میری کیا مجال کہ آپ سے دوستی کا دعویٰ کروں؟ میں تو بس آپ کے دربار کے کتوں میں سے ایک کتا ہوں۔

آپ کا انتقال ۷۴ سال کی عمر میں ۱۹ یا ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۰۹۶ھ میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مزار پر انوار سرہند شریف میں ہے۔

حضرت حافظ محمد محسن دہلوی قدس سرہ

حضرت شیخ عبد الحق محدث قدس سرہ، عالم اسلام میں علم حدیث کے شیخ اور محدث کے لقب سے مشہور ہیں۔ جہاں خود حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ سے فیضیاب ہوئے، وہاں آپ کے خانوادے کے دیگر افراد نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کے خانوادہ سے روحانی و باطنی کمالات حاصل کئے۔ ایسے ہی ایک عالم و فاضل، حافظ قرآن ولی کامل حضرت حافظ محمد محسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، جو کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ کے نواسے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے پوتے حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور بہت جلد طریقت کے روحانی منازل طے کر کے کمال درجہ پر فائز ہوئے اور حضرت سیف الدین قدس سرہ نے آپ کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ آپ تقویٰ و پرہیز گاری کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ علوم شرعیہ سے آپ کو خصوصی شوق تھا۔ حضرت سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے قائم کردہ اصلاحی مرکز کو آپ ہی نے سنبھالا اور طریقت کے طالب علموں کی روحانیت تربیت کی۔

دہلی ہی میں آپ نے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہیں پر آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

خواجۂ خواجگان حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

سید السادات حضرت نور محمد بدایونی علیہ الرحمۃ نے ابتداء میں علوم شرعیہ کی تعلیم حاصل کی۔ جس میں مہارت اور سند فراغت حاصل کرنے کے بعد باطنی علوم و معرفت الٰہی کے حصول کے لئے حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ صحبت و خدمت سے استفادہ کیا اور انکے وصال کے بعد

خلیفہ اعظم حضرت حافظ محمد محسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تجدید بیعت کی اور فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ گردن نیچے کر کے مراقبہ کثرت سے کرتے تھے، جس کی وجہ سے آپ کی گردن مبارک خمیدہ (کبڑی) ہو گئی تھی۔ حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ نے تلقین وارشاد کا منصب سنبھالا اور آپ سے ایک عالم فیضیاب ہوا۔

گیارہ ذی قعدہ ۱۱۳۵ ھجری میں دہلی میں آپ کا انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے مزار مبارک کے قریب جنوب کی جانب آپ کا مزار پرانوار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ جس پر درج ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے ''سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ ۱۱ ذی قعدہ ۱۱۳۵ ھجری انتقال فرمود''

فرید العصر شمس الدین حبیب اللہ

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید قدس سرہ

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے اس آفتاب کا طلوع (ولادت) جمعہ گیارہ رمضان المبارک ۱۱۱۱ ہجری کو ہوا۔ آپ علوی سادات میں سے ظاہری و باطنی کمالات کے جامع بزرگ ہیں۔ یکتائے روز عالم و عارف حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ آپ کے بڑے مداح تھے۔ نفس زکیہ اور قیم طریقہ احمدیہ نے لکھا ہے کہ آپ کو نو سال کی عمر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواب میں زیارت ہوئی اور بارہا خواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۱۸ برس کی عمر میں حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہ کے دست اقدس پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ چار سال کے بعد حضرت بدایونی علیہ الرحمۃ نے آپ کو طریقہ عالیہ کی تعلیم کی اجازت مرحمت فرمائی۔ مفسر قرآن فقیہ اعظم حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ بھی آپ کے خلفاء میں سے ہیں۔

بدھ ۷ محرم الحرام کی رات ایک رافضی نے آپ کو گولی مار کر زخمی کر دیا اور ہفتہ دس محرم الحرام ۱۱۹۵ ہجری کی رات راہی ملک بقاء ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مادہ تاریخ شہادت: حدیث شریف "عَاشَ حَمِیْدًا وَفَاتَ شَہِیْدًا" سے نکلتا ہے۔ مزار مبارک دہلی میں بمقام چتلی دہلی زیارت مرکز وہدایت ہے۔

مرشدنا حضرت عبداللہ المعروف شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ

آپ کی ولادت شریف ۱۱۵۸ ہجری کو قصبہ پٹیالا (پنجاب) میں ہوئی۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد ماجد حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کو جو کہ صاحب ریاضت و مجاہدہ بزرگ تھے، خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی زیارت ہوئی۔ آپ فرمارہے تھے کہ اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر رکھنا۔ چنانچہ ولادت کے بعد آپ کا نام علی رکھا گیا لیکن سن تمیز کو پہنچ کر ادب کی وجہ سے اپنے تئیں غلام علی مشہور کیا۔ جبکہ آپ کے چچا بزرگوار نے (وہ بھی بڑے کامل ولی تھے) رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کا نام عبداللہ تجویز کیا۔ آپ قوی الحافظہ تھے۔ ایک مہینہ میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ ۱۱۷۰ھ میں ۲۲ سال کی عمر میں بیعت کے لئے حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید قدس سرہ کی خدمت میں پہنچ کر طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ کہتے ہیں کہ حضرت شہید علیہ الرحمۃ نے اس وقت فرمایا جہاں ذوق و شوق ہو وہاں جاکر بیعت کریں، یہاں تو بے نمک پتھر گھسنا ہے۔ عرض کی کہ مجھے منظور ہے۔ یہ سن کر حضرت شہید علیہ الرحمۃ نے فرمایا تو مبارک ہو۔ پھر بیعت کیا اور آپ کو صحبت میں رکھا۔ پندرہ سال بعد حضرت شہید علیہ الرحمۃ نے آپ کو اجازت مطلقہ سے سرفراز فرمایا۔ آپ سوتے بہت کم تھے۔ تہجد کے وقت فقراء کو خود اٹھاتے تھے اور تہجد پڑھکر مراقبہ اور تلاوت قرآن میں مشغول ہوجاتے تھے۔ صبح کی نماز اول وقت میں باجماعت ادا کرکے اشراق کے وقت تک مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ تقریباً دو سو فقراء روزانہ خدمت میں موجود رہتے اور لنگر سے کھانا کھاتے تھے۔ ترکستان کے بہت بڑے عالم حضرت خالد رومی قدس سرہ بھی آپ کے خلفاء میں سے ہیں، جن کے نام سے آج بھی خالدیہ نقشبندیہ سلسلہ ترکی میں مشہور و معروف ہے اور ان کے متوسلین عربی، فارسی، اردو، انگریزی، ترکی اور دیگر زبانوں میں تحریری طور پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی بڑی خدمت کررہے ہیں۔

۲۲ صفر المظفر ۱۲۴۰ھ میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خانقاہ عالیہ حضرت شاہ غلام علی دہلی میں اپنے شیخ شہید علیہ الرحمۃ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات کا مادہ (۱۲۴۰ھ) ابجد کے حساب سے ''نَوَّرَ اللّٰہُ مَضْجَعَہٗ'' (اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو روشن رکھے) ہے۔

حافظ القرآن حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم شریف زکی القدر اور لقب ابو سعید ہے۔ آپ کی ولادت دو ذی قعدہ ۱۱۹۶ ہجری کو مصطفیٰ آباد (رام پور، ہندوستان) میں حضرت صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام ربانی قدس سرہ کی اولاد میں سے تارک الدنیا بزرگ تھے۔ دس برس کی عمر میں تقریباً سارا قرآن حفظ کرنے کے بعد حضرت قاری نسیم علیہ الرحمۃ کے پاس تجوید کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد علوم اسلامیہ کی اکثر کتب حضرت مفتی شرف الدین علیہ الرحمۃ کے پاس پڑھیں اور بعض کتب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نامور فرزند مولانا شاہ رفیع الدین کے پاس پڑھیں۔ جبکہ حدیث شریف کی سند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی۔

تحصیل علم کے زمانہ میں اپنے والد بزرگوار کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کچھ عرصہ بعد انکی اجازت سے حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کو دیکھ کر حضرت درگاہی علیہ الرحمہ نے خصوصی توجہات سے نواز کر مختصر ہی وقت میں خلافت واجازت سے سرفراز کیا، لیکن آپ کی روحانی تشنگی ابھی باقی تھی کہ مفسر قرآن اور فقیہ اعظم حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ کی ترغیب پر شیخ المشائخ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور پندرہ برس تک ان سے فیوض وبرکات حاصل کرتے رہے۔ چونکہ آپ عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ طریقت و تصوف کے رموز واسرار میں بھی ممتاز مقام رکھتے تھے، بعض احباب نے استدعا کی کہ اس اہم موضوع پر آپ کوئی کتاب لکھیں۔ چنانچہ آپ نے ''ہدایت الطالبین'' کے نام سے علمِ سلوک کی ایک بیش بہا کتاب تحریر فرما کر اپنے شیخ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کی خدمت میں پیش کی۔ جسے آپ نے پسند فرماتے ہوئے تصدیق و تائید کے لئے تقریظ بھی لکھ کر عنایت فرمائی۔

زندگی کے آخری ایام میں حضرت شاہ صاحب رحمۃاللہ علیہ نے خط لکھ کر آپ کو لکھنؤ سے خانقاہ عالیہ دہلی بلایا اور خصوصی توجہات سے نوازنے کے ساتھ اصرار کر کے خانقاہ عالیہ دہلی، مکانات وغیرہ سب آپ کے سپرد کر کے اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

مسند نشینی کے بعد مسلسل نو برس تک تبلیغی جدوجہد کی۔ ۱۲۴۹ھ میں خانقاہ عالیہ اپنے خلفِ رشید عالمِ باعمل صاحبزادہ حضرت احمد سعید صاحب علیہ الرحمۃ کے سپرد کر کے حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کیلئے حجاز مقدس کا سفر اختیار کیا۔ ذی الحجہ کی دوسری یا تیسری تاریخ بلد الحرام میں داخل ہوئے، جہاں مشہور محدث شیخ محمد عابد سندھی، شیخ عبداللہ السراج و دیگر اکابر محدثین اور اولیاء اللہ نے آپ کا استقبال کیا۔ ادائیگی حج کے بعد بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ظاہری و باطنی انوار و تجلیات سے مستفیض ہو کر واپسی کا سفر اختیار کیا۔

حرمین شریفین سے واپسی پر بیماری کی حالت میں ۲۲ رمضان المبارک کو ٹونک پہنچے۔ بروز بدھ عید الفطر ۱۲۵۰ھ کو اس فانی جہان سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جسد اطہر کو تابوت میں رکھ کر دہلی لایا گیا، اس طرح مرشد کامل حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے قریب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آسودہ خواب ہو گئے۔ تاریخِ وفات کا مادہ (ابجد کے حساب سے ۱۲۵۰ھ) ''ستون محکمِ دین فتاد زپا'' سے نکلتا ہے۔

خواجۂ خواجگان حضرت احمد سعید رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ

آپ خواجۂ خواجگان حضرت ابو سعید دہلوی رحمۃاللہ علیہ کے صاحبزادہ اور خلف رشید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب ۲ واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ سے ملتا ہے، جس کا اظہار اوجز المسالک شرح موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری نے بھی کیا ہے۔

مسلمانان ہند نے ۱۸۵۷ء میں جب انگریزوں کے تسلط کے خلاف جنگ آزادی کا اعلان کیا، اس میں حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کی ملی خدمات سر فہرست ہیں۔ شرعی نقطہ نظر سے اپنی آزادی کے لیے اٹھ کھڑا ہونا ٹھیک اسلامی

جہاد ہے۔ یہ جرئت مندانہ اقدام سب سے پہلے آپ کے حصہ میں آیا اور اس فتویٰ پر سب سے پہلے آپ نے دستخط فرمائے۔ بعد میں دوسرے علماء نے دستخط کیے۔ لہٰذا اس تاریخی جہاد کے آپ روح رواں ہیں لیکن اس موضوع پر لکھنے والے مورخین نے آپ کا نام نہ لکھ کر ایک تاریخی حقیقت کو چھپانے کی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد بھی آپ چار ماہ تک خانقاہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی میں زیر تعلیم رہے۔ آپ کی مقبولیت عام کے پیش نظر انگریز حکمرانوں نے آپ کو بہت ستایا۔ بالآخر آپ نے اپنی خانقاہ کے جملہ معاملات اپنے خلیفہ اعظم حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کئے اور خود عازم حرمین شریفین ہوئے۔ ۱۲۷۰ ہجری میں فریضہ حج ادا کیا اور چار دن مکہ مکرمہ میں قیام کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی اور آخر تک وہاں حلقہ ذکر و مراقبہ اور تبلیغی سلسلہ جاری رکھا۔

۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ ہجری ۶۰ سال کی عمر میں مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا و تعظیما میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۲۱۶ ہجری میں حضرت خواجہ ملا علی کے گھر قندھار کے قریب آبائی گاؤں میں ہوئی۔ سن شعور کو پہنچتے ہی آپ نے دینی تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں سے کیا۔ بعد میں کابل تشریف لے گئے، جہاں جید علماء کرام سے فقہ، حدیث اور دیگر علوم شرعیہ کی مزید تعلیم حاصل کی۔ طالب علمی کے زمانہ ہی سے آپ اولیاء اللہ کے عقیدت مند تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ چند طالب علموں کے ہمراہ قندھار کے مشہور بزرگ باباولی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو جاتے ہوئے جب ایک مجذوب درویش کے پاس سے گذرے تو انھوں نے فرمایا کہ طالب علم بڑا صاحب کمال اور صاحب ولایت میں سے ہوگا اور ولی کامل ہوگا کیوں کہ اس کی پیشانی میں اسرار معرفت جلوہ گر ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ اس مجذوب کے کلمات گاہے بگاہے ہم کو یاد آتے تھے۔ جب آپ کی طبیعت پر اضطراب و ہیجان کا غلبہ ہوا تو تعلیم ترک کر کے حجاز مقدس کا رخ کیا اور کئی سال وہاں مقیم رہے۔ حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہو کر جب عشاق کی منزل مدینہ منورہ پہنچے تو والی گنبد

خضریٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت شریف سے مشرف رہنے کے ساتھ ساتھ مسجد نبوی میں علوم ظاہری کی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ اچانک ایک رات نائب خیر البشر حضرت شاہ عبداللہ المعروف غلام علی صاحب دہلوی قدس اللہ روحہٗ کی زیارت کا شوق اس قدر موجزن ہوا کہ حرمین شریفین سے رخت سفر باندھ کر قندھار اور پھر غزنی اور کابل سے ہوتے ہوئے جب پشاور پہنچے تو حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے وصال پر ملال کی خبر سنی۔ اس خبر سے اور پریشانی زیادہ ہوئی اور واپس قندھار آ گئے۔ بعد ازاں آپ غوث اعظم سیدنا محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے دربار شریف میں بغداد حاضر ہوئے۔ مختصر عرصہ کے قیام کے بعد حضرت شیخ عبداللہ ہراتی کی خدمت میں پہنچ کر تین ماہ قیام کیا اور اپنی قلبی کیفیات سے آگاہ کیا تو انہوں نے حضرت شاہ ابو سعید دہلوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کا امر فرمایا۔ الغرض متعدد مشائخ طریقت سے زیارت و ملاقات کے بعد جب حضرت ابو سعید قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے اور آپ بیعت ہوئے اس وقت حضرت ابو سعید قدس سرہ حج پر حجاز مقدسہ جا رہے تھے۔ آپ نے حضرت قندھاری علیہ الرحمۃ سے فرمایا قلبی تسکین کیلئے چاہیے کہ آپ میرے فرزند شاہ احمد سعید کی صحبت اختیار کریں اور ان سے فیض حاصل کریں یا پھر میرے حج سے واپسی تک یہاں بمبئی میں ٹھہریں۔ چنانچہ آپ نے دہلی جا کر حضرت احمد سعید قدس سرہ کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دی۔ بالفاظہ جوں ہی شیخ طریقت حضرت شاہ احمد سعید دہلوی قدس سرہ کی جبین انور میں نظر کا پڑنا تھا کہ فقیر کے ہر درد کا مداوا ہو گیا اور دل کو تمام سابقہ غموم ہموم سے خلاصی نصیب ہوئی۔ آپ نے ایک سال دو ماہ پانچ دن کی صحبت میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ سے تمام طرق مشہور اربعہ نقشبندیہ قادریہ چشتیہ اور سہروردیہ کے فیوض حاصل کئے اور سند اجازت سے مشرف ہوئے۔ بالفاظ حضرت احمد سعید قدس سرہ ''فقیر نے انہیں تمام طریقوں کی اجازت دے دی تاکہ رستہ ہدایت جاری فرمائیں اور سالکین کے دلوں کو منور کریں۔ وہ میرے نائب ہیں اور انکا ساتھ گویا میرا ساتھ ہے''۔ چنانچہ ۱۲۵۱ ہجری میں قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے حکم اور دعاؤں کے ساتھ افغانستان کی طرف روانہ ہوئے، وہاں مثالی تبلیغی کام کیا اور پھر ۱۲۶۶ ہجری میں جب موسیٰ زئی شریف کے انعام پر قاضی عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اہل ذکر نے خانقاہ تیار کی تو موسم سرما کی آمد کے ساتھ ہی آپ نے موسیٰ زئی شریف کی رونق بحال کی اور تادم آخر وہیں قیام فرما رہے۔ ۶۸ برس کی عمر میں جب طبیعت زیادہ ناساز ہوئی تو خانقاہ شریف، کتب خانہ و دیگر اسباب حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہ کو ودیعت فرمائے۔ اپنے مقربین خلفاء کو جمع فرما کر حضرت دامانی قدس سرہ کی

نیابت کی تائید کی۔ حضرت دامانی قدس سرہ فرماتے تھے کہ میرے مرشد حضرت قندھاری قدس سرہ فرماتے تھے جب بھی مجھے کوئی مشکل درپیش آئی تو حضرت خواجہ خضر مشورہ اور تسلی دینے حاضر ہو جاتے تھے۔

بالآخر ۲۲ شوال ۱۲۸۴ میں رشد وہدایت کا منبع اپنے معبود حقیقی کی رحمت کے افق میں غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار شریف خانقاہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

حضرت خواجہ حاجی محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۲۴۴ ہجری میں حضرت مولانا موسیٰ جان رحمۃ اللہ علیہ کے گھر قصبہ لونی ضلع ڈیرہ اسماعیل میں ہوئی۔ چونکہ آپ کا تعلق ایک دینی وعلمی خانوادے سے تھا، کم سنی ہی میں دینی تعلیم کے لئے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ ابھی آپ تحصیل علم میں مصروف تھے کہ آپ کے ماموں جان مفتی نظام علیہ الرحمۃ نے جو کہ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، ایک مرتبہ آپ کو نیاز مندانہ سلام وپیغام دے کر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ بیعت ہوئے بغیر سلام وپیام پہنچا کر واپس مدرسہ میں پہنچے لیکن اب پڑھنے میں پہلی سی رغبت نہیں رہی۔ بے قراری کے عالم میں دوبارہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے، بیعت سے مشرف ہوئے اور باطنی علوم کے ساتھ ساتھ ظاہری علوم کی تکمیل بھی حضرت حاجی دوست محمد قندھاری کے پاس ہی کی اور سفر خواہ حضر میں ہر وقت پیر ومرشد کی صحبت اور خدمت سے فیضیاب ہوتے رہے۔ چنانچہ حضرت حاجی دوست محمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دینی کتب جن میں مشکوٰۃ شریف، صحاح ستہ، تفسیر معالم التنزیل اور تصوف میں مکتوبات امام ربانی شامل ہیں، کی سندیں ہر خاص سے مزین کر کے عنایت کیں اور تصوف وطریقت کے تمام سلاسل میں اجازت مطلقہ سے بھی نوازا اور آخر میں آپ کو اپنا سجادہ نشین مقرر فرما کر اپنی تینوں خانقاہوں کا تحریری متولی بنایا۔ تقریباً ۱۲۸۸ ہجری میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ حج سے فراغت کے بعد جب زیارت روضہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کرنے کے لئے مدینہ منورہ پہنچے تو سرزمین حرم نبوی کے پیش نظر کھانا پینا ترک کر دیا تا کہ قضائے حاجت کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ شعر:

ادب گاہے است زیر آسمان از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

اپنی پوری زندگی ذکرِ خدا کرتے کراتے گذار کر ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۱۴ ہجری بروز منگل کو کلمہ طیبہ کا ورد زبان پر جاری تھا کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مزار پرانوار درگاہ موسیٰ زئی شریف میں پیر و مرشد حضرت حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہ کے قدموں میں زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔

سید السادات حضرت لعل شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ دندہ شاہ بلاول کے عالی جاہ خاندان سید السادات میں سے ہیں۔ آپ کے بزرگوں میں سے ہمدان کے مشہور ولی حضرت شاہ بلاول ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ہمدان سے ہجرت کر کے دندہ ضلع چکوال میں آکر مقیم ہوئے اور انہیں کی بنسبت آجکل یہ قصبہ دندہ شاہ بلاول کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دینی علوم کی تحصیل حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ سے کی جو کہ بڑے عالم و فاضل اور خواجہ خواجگان حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد استاد محترم کے پاس رہ کر پندرہ سال تک علوم دینیہ پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد خانقاہ داماں میں حاضر ہو کر حضرت حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہ کے دست اقدس پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور دس سال تک وقفہ وقفہ سے انکی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوتے رہے۔ آخری ایام میں جب حضرت قندھاری علیہ الرحمۃ شدید علیل تھے حضرت شاہ صاحب قبلہ خدمت میں موجود تھے۔ چنانچہ مرشد کامل نے قریب بلا کر آپ کے سینہ مبارک پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو کچھ دیر کے لئے حضرت شاہ صاحب بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا حضرت حاجی صاحب کے ہاتھ پھیرنے کی برکت سے میرا سینہ ہر قسم کی کدورت و آلائش سے بالکل پاک و صاف ہو گیا اور اب میرا سینہ شیشہ کی مانند صاف و شفاف ہے۔ حضرت حاجی صاحب کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ اعظم حضرت حاجی محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی اور برسوں ان کی صحبت میں آکر فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔

حضرت لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ظاہری و باطنی کمالات کے پیش نظر حضرت حاجی محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت واجازت سے مشرف فرمایا۔

مسلسل تین سال تک خلق خدا کی ہدایت کے اہم کام میں مصروف رہ کر ۲۷ شعبان ۱۳۱۳ ہجری کو معبود حقیقی کے جوار رحمت میں مقیم ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار شریف دندہ شاہ بلاول میں مشہور معروف اور زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

سراج الاولیاء حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ مرشد کامل خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہ کے گھر ۱۵ محرم الحرام ۱۲۹۷ ہجری کو موسیٰ زئی شریف میں پیدا ہوئے۔ سن شعور کو پہنچتے ہی والد گرامی نے آپ کو ملا شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بٹھایا۔ محض ۱۴ سال کی عمر میں فارغ تحصیل عالم بن گئے اور اپنے والد گرامی حضرت دامانی قدس سرہ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور دائرہ لاتعین تک مکمل تصوف سلوک کی روحانی تعلیم حاصل کی۔ ساتھ ہی کتب تصوف بالخصوص مکتوبات امام ربانی و مکتوبات خواجہ محمد معصوم نوراللہ مرقدہما اپنے والد گرامی سے پڑھتے رہے۔

حضرت دامانی قدس سرہ نے مؤرخہ ۳ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ کو اپنے اس نوجوان عالم، عامل وصالح فرزند کو اپنا نائب، خلیفہ مجاز مطلق مقرر فرمایا اور تحریری اجازت نامہ بھی عنایت فرمایا۔

آپ ۱۳۲۴ھ کو قافلہ کی شکل میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کیلئے روانہ ہوئے۔ آپ کے ۳۶ فقراء بھی ہمرکاب تھے۔ دوران سفر بے انتہا فیوض وبرکات کی وارداتیں ہوتی رہیں۔ چنانچہ آپ کے رفیق سفر حاجی ملا صدر فرماتے ہیں حج بیت اللہ کے سفر میں جب حضرت قبلہ عالم مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے، ایک دن آپ غسل فرما کر روضہ رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ گنبد خضرا کے پاس پہنچ کر آپ روضہ اقدس کے مجاوروں سے ملے۔ تھوڑی دیر گفتگو کے بعد انہوں نے آپ کو عربی لباس پہنایا اور

ایک جلتی ہوئی موم بتی آپ کے ہاتھ میں دیدی، جسے لیکر اسی موم بتی سے آپ نے دو قندیلیں روشن کیں۔ اس کے بعد روضہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے۔ اور کافی دیر دعاوزاری کے بعد باادب وہاں سے رخصت ہو کر باہر تشریف لائے اور حتی الوسعۃ وہاں کے مجاوروں کو شکرانہ ادا کیا۔

حضرت خواجہ سراج الدین قدس سرہ نے تقریبا ۱۳۶ افراد کو خلافت عطا فرمائی، جن کے ذریعے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی مزید ترویج ہوئی لیکن آپ کے خلیفہ حضرت پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دینی خدمت کی وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آئی۔

۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۳ ھجری بروز جمعۃ المبارک ۳۶ برس کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خانقاہ عالیہ موسیٰ زئی شریف میں حضرت خواجہ حاجی محمد عثمان دامانی قدس سرہ جو کہ آپ کے مرشد ومربی و والد گرامی ہیں، کے مزار کے جوار میں آپ کی آخری آرامگاہ مرجع خاص وعام ہے۔

خواجۂ خواجگان حضرت پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۲۷۰ ہجری میں حضرت مراد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر داؤد خیل میں ہوئی۔ بچپن کا زمانہ داؤد خیل میں گذرا۔ بڑے ہو کر عربی فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کالا باغ تشریف لے گئے، جہاں دورۂ حدیث تک مکمل درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد باطنی اصلاح کے لئے خواجہ خواجگان حضرت حاجی محمد عثمان دامانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، لیکن انکی علالت کی وجہ سے (کہ آپ آخری پانچ سال بیعت کے لئے آنے والوں کو صاحبزادہ حضرت سراج الدین یا خلیفہ ارشد حضرت لعل شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہما کے سپرد فرماتے تھے) انکے خلیفہ ارشد حضرت سید لعل شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ ان کی بیعت سے فیضیاب ہو کر خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔ طویل عرصہ تبلیغ دین کے بعد تقریبا ۱۸۹۲ء میں فقیر پور شریف نامی مرکز ضلع مظفر گڑھ میں قائم فرمایا۔ ابھی آپ کا سلوک ناتمام تھا کہ حضرت سید لعل شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے بیعت ثانیہ کے لئے خواجہ خواجگان حضرت سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حضور موسیٰ زئی شریف حاضر ہوئے۔ بیعت

ثانیہ کی اور آپ کے پاس دائرہ لاتعین تک سلوک کی تکمیل فرمائی۔ پہلے چوں کہ فقیرپور شریف تک آنے جانے کیلئے معقول سہولت نہ تھی اور لوگ بکثرت آپ سے فیضیاب ہونے کے لئے حاضر ہوتے تھے، اس لئے آپ نے شہر سلطان کے قریب مسکین پور شریف نامی ایک نیا مرکز قائم فرمایا اور آخر عمر تک وہیں قیام فرما رہے۔

حضرت پیر قریشی رحمۃاللہ علیہ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ نے تبلیغ دین کے سفر میں جو ایام صرف کیے وہ ان سے کہیں زیادہ تھے جو آپ نے اپنے گھر میں گزارے۔ سندھ کے اکثر اضلاع، صوبہ پنجاب کے علاوہ متعدد بار ہندوستان کے تبلیغی دورے فرمائے۔ حضرت پیر قریشی رحمۃاللہ علیہ مذہب کے حوالہ سے مقلد حنفی اور مسلک کے اعتبار سے عاشق رسول صلّی اللہ علیہ وسلم سنی اور مشرب کے لحاظ سے نقشبندی مجددی تھے۔

۸۴ برس کی عمر میں تبلیغی سفر میں تھے کہ آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور اسی حالت میں واپس مسکین پور شریف پہنچے۔ بدھ یکم رمضان المبارک ۱۳۵۴ ہجری میں چاند رات کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مزار پرانوار درگاہ مسکین پور شریف ضلع مظفر گڑھ میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

سلطان العارفین حضرت خواجہ غریب نواز محمد عبدالغفار رحمۃاللہ علیہ

سلطان العارفین سراج السالکین حضرت خواجہ محمد عبدالغفار رحمۃاللہ علیہ کا نسب نامہ حضرت خواجہ محمد اویس رحمۃاللہ علیہ سے ۷ اصدی میں جا کے ملتا ہے۔

حضرت خواجہ پیر مٹھار رحمۃاللہ علیہ ضلع ملتان تحصیل شجاع آباد نزدیک جلال پور پیر والا گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت مولانا یار محمد رحمۃاللہ علیہ سے حاصل کی۔ بعد میں عربی تعلیم کے لیے اوچ شریف میں حضرت مولانا امام الدین صاحب رحمۃاللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے، جو حضرت خواجہ پیر فضل علی قریشی رحمۃاللہ علیہ کے معتقد تھے۔ کچھ کتابیں آپ نے اپنے بڑے بھائی مولانا محمد اشرف صاحب رحمۃاللہ علیہ کے پاس بھی پڑھیں۔

حضرت خواجہ پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس فقیر کا آبائی طریقہ قادری تھا۔ یہ عاجز شروع میں حضرت حافظ فتح محمد صاحب جلال پور پیر والا کا دست بیعت ہوا تھا۔ آپ عالم با عمل اور واعظ پر اثر تھے۔ آپ سخی، متوکل اور بے ریا انسان تھے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے اور آپ کی دعامیں بڑی تاثیر ہوتی تھی۔ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں میری توجہ علم کے حصول کے طرف زیادہ تھی۔ آپ کی وفات کے بعد بہت پریشانی ہوئی اور اس نعمت کے حصول کے لیے کافی کوشش کی۔ پنجاب کے اندر کافی گادیاں تھیں اور ظاہر میں تو بڑا رعب تاب اور دبدبہ تھا لیکن جس بات کو میں ڈھونڈ رہا تھا کہ ایسا پیر ملے جس کے پاس شریعت و طریقت دونوں موجود ہوں وہ تلاش بسیار کے باوجود کہیں حاصل نہیں ہوئی۔

حضور پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دعا کے لیے عرض کی تھی، آپ نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے لیے وہ دعا مانگوں گا جس کا تجھے خود پتہ چل جائے گا۔ یہ اس دعا کا اثر ہے کہ جس نے مجھے ولی کامل حضرت خواجہ پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پہنچایا۔ آپ نے حضرت خواجہ پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس فقیر نے فجر نماز آرائیں گاؤں میں پڑھی۔ اس مسجد کے پیش امام سے راستے کا پتہ پوچھ کر سیدھا حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد شریف کی طرف گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ اکیلے مسجد کے اندر مصلے مبارک پر تشریف فرما ہیں۔ آپ اس طرح دیکھ رہے تھے گویا کسی کے انتظار میں ہوں۔ یہ فقیر آپ کی قدم بوسی کر کے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگے اس کے بعد تھوڑی بہت گفتگو کر کے آپ اندر حویلی مبارک کی طرف چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد آپ اپنے ہاتھوں سے روٹی لے کر آئے۔ حضرت صاحب ظہر نماز کے وقت پھر تشریف فرما ہوئے، نماز باجماعت ہوئی، اس کے بعد آپ نے اس عاجز کو بیعت سے سرفراز کر کے قلبی ذکر کی تلقین فرمائی۔

فرماتے تھے کہ اس عاجز کا ذکر شروع کرتے ہی ایسا حال ہو گیا کہ قلب کے جوش کی وجہ سے سلطان الاذکار بھی جاری ہو گیا اور جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے میں آگ کے جلتے ہوئے تنور میں پڑا ہوا ہوں اور میرا سر بہت بھاری ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے لگ رہا تھا کہ میرا دماغ پھٹ جائے گا۔ اتنا تو استغراق طاری ہو گیا کہ مراقبہ کا ارادہ ہوتے ہی میں گم ہو جاتا تھا۔ اپنے آپ کو گم دیکھ کر خوف محسوس ہوتا تھا کہ کوئی مرض تو لاحق نہیں ہو گیا ہے۔ پھر کبھی

کبھی ایسے محسوس ہوتا تھا کہ میرا دل وجود کو چیر کے آسمان کی طرف اڑ کے چلا گیا ہے۔ آنکھوں میں سے جیسے آگ کی چنگاریاں نکلتی تھیں۔ حالت یہ ہوگئی کہ نہ کچھ کلام کر سکتا تھا اور نہ آنکھوں کو کوئی نیند نصیب تھی اور یہ میری حالت دو تین سال چلی۔ جنون اتنا غالب ہوتا تھا کہ کبھی کبھی سر سے دستار اتار کر زمین پر پھینک کر ادھر ادھر دوڑتا تھا۔ پاؤں ننگے ہوتے تھے، شلوار کے علاوہ دوسرا کوئی کپڑا پہن نہیں سکتا تھا۔ الحمد اللہ ایسی حالت میں بھی ننگے پن کا ہوش رہتا تھا اور نماز کے وقت میں نماز پڑھتا تھا۔ میری حالت دیکھ کر حضرت پیر قریشی رحمۃاللہ علیہ فرماتے تھے کہ مولوی صاحب آپ اپنے کپڑے دھوبی کو دھونے کے لیے دے کر آئے ہو کیا؟

حضور پیر فضل علی قریشی کے وصال کے بعد آپ نے پنجاب کے اندر پہلا تبلیغی اور روحانی مرکز قائم کیا۔ آپ کے محبوب خلیفہ حضرت اللہ بخش المعروف سوہنا سائیں رحمۃاللہ علیہ کی قیادت میں سندھ سے کثیر جماعت مرکز کی تعمیر میں حصہ لینے کے لیے عاشق آباد پہنچی۔ حضور سوہنا سائیں رحمۃاللہ علیہ نے خود بھی فقیروں کے ساتھ مٹی اٹھائی اور اپنے پیر کے شان میں اپنی بنائی ہوئی منقبتیں پڑھتے تھے۔

سندھ میں تبلیغ دین کی خاطر تشریف لانے کا واقعہ آپ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ میرے پیر و مرشد محبوب الٰہی خواجہ فضل علی قریشی رحمۃاللہ علیہ کا تبلیغی مشن پورے ملک میں پھیلا ہوا تھا اور اپنے خلفاء کو اپنی صوابدید پر ان کے خیالات اور صلاحیتوں کے مطابق مختلف علاقوں میں بھیجا کرتے تھے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور مولانا عبدالمالک صاحب آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ دوران گفتگو مولانا عبدالمالک صاحب نے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ کاش حضور پیر قریشی مجھے تبلیغ کے لیے ہندوستان بھیجیں کیونکہ ہندوستان میں اور علاقوں کے بنسبت اہل علم زیادہ ہیں، وہاں کے لوگ اس نعمت (روحانیت) کی قدر کریں گے۔ جس پر میں نے بھی انہیں بتایا کہ مولانا صاحب میری یہ تمنا ہے کہ حضور مجھے سندھ میں تبلیغ کا حکم فرمائیں تو بہت ہی اچھا ہو، کیونکہ سندھی لوگ اللہ والوں کے بڑے عاشق ہیں۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے تھے کہ بچپن سے میں دیکھا کرتا تھا کہ سندھی مرد اور عورتیں پاپیادہ حضرت غوث بہاؤالحق ملتانی رحمۃاللہ علیہ کے عرس میں شرکت کے لیے ملتان جاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہمارا گاؤں دریا کے کنارے پر تھا اس لیے وہ سندھی رات کو ہمارے ہاں قیام کر کے صبح کو دریا عبور کر کے آگے جاتے تھے۔ رات کو میرے والد سر پر روٹیاں رکھ کر بھیجتے تھے جو میں انہیں کھلاتا تھا۔ اس لیے مجھے انہیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ میں نے کئی بار دیکھا کہ

پیدل چلنے کی وجہ سے ان کے پیر پھٹ جاتے تھے اور ان کے پیروں سے خون بہتا تھا وہ ان زخموں پر پٹیاں باندھ کر اپنا سفر جاری رکھتے تھے۔ ان کی اس والہانہ محبت و صداقت کو دیکھ کر اس فقیر (پیر مٹھار حمۃ اللہ علیہ) کے دل میں سندھ میں تبلیغ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت قریشی قدس سرہٗ کو کشف القلوب بہت ہوتا تھا، آپ نے بغیر کسی عرض معروض کے مولانا عبدالمالک کو ہندوستان کی طرف اور مجھے سندھ میں تبلیغ کا حکم فرمایا۔

آپ جب سندھ میں تشریف فرما ہوئے تو اس وقت سندھ میں مسلمانوں کے دینی حالات عموماً ابتری کا شکار تھے۔ شہروں کے دنیادار، جدید تعلیم یافتہ اور بڑے لوگ شریعت مطہرہ کی پابندی کرنا اپنی کسر شان سمجھتے تھے۔ عام لوگ اور دیہات کے رہنے والے اگرچہ کسی حد تک دین و مذہب سے لگاؤ رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی نشست و برخاست میں شریعت و سنت کو کم اور اپنی اپنی پسند ناپسند کو زیادہ عمل دخل تھا۔ مسجدیں نمازیوں کے لیے ترستی تھیں۔ پیروی سنت کو معیوب سمجھا جا رہا تھا۔ ان ہی اسباب کی بناء پر مسلمان قوم کے عملی اور اخلاقی حالات دن بدن ابتری کا شکار ہوتے جا رہے تھے۔ ایسے حالات میں اگرچہ آپ اس سے پہلے اپنے پیر و مرشد کے ساتھ اور انفرادی طور پر بہت سے تبلیغی سفر فرما چکے تھے لیکن اپنے مشفق و محسن مرشد کے حکم ملنے کے بعد خود کو تبلیغ کے لیے بالکل وقف کر دیا۔ دن رات اسی لگن میں مگن رہتے تھے۔ شہر شہر، گاؤں گاؤں، سلسلہ در سلسلہ چلتے رہتے اور مخلوق خدا کو خدائی احکام سناتے اور فیض محمدی صلّی اللہ علیہ وسلم سے دلوں کو منور کرتے رہتے۔ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے روحانی مراکز اور خانقاہیں بھی قائم کیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے اپنے آبائی علائقے میں ''عاشق آباد'' نامی بستی کا قیام عمل میں لائے۔ اس کا افتتاح بھی اپنے شیخ قریشی قدس سرہٗ سے ہی کروایا۔ انہوں نے ہی اس بستی کا نام ''عاشق آباد'' منظور فرمایا۔ آپ کی محنت اور کاوشیں بھی رنگ لائیں اور سندھ میں کافی بڑی ذاکرین کی جماعت تیار ہوگئی۔ ان مخلصین کو کچھ زیادہ وقت دینے کی ضرورت محسوس کی گئی تو آپ اپنے پیر بھائی، اپنے خلیفہ مطلق، دست راست اور بعد میں آپ کے جانشین حضرت غریب نواز سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہٗ کے مشورے اور اصرار پر سندھ میں روحانی درسگاہ تعمیر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت غریب نواز سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی جماعت کے ساتھ مل کر کچے کے علائقے میں ''دین پور'' نامی بستی کی بنیاد رکھی اور اس طرح سندھ میں ایک روحانی درسگاہ بلکہ تربیت گاہ کا قیام عمل میں آگیا۔ اسی کے ساتھ ہی بڑے ہی زور شور کے ساتھ تبلیغ کے کام کو وسعت دی گئی۔ جماعت میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی چلی

گئی۔لوگ جوق در جوق طریقہ عالیہ میں داخل ہونے لگے۔سندھ کے کونے کونے میں آپ کا پیغام پہنچ گیا۔باہر سے آنے والی جماعت کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے لاڑکانہ کے قریب ''رحمت پور شریف ''کی بنیاد رکھی گئی،جس کے لیے زمین کے اور باقی سارے اخراجات بھی حضرت سوہناسائیں نوراللہ مرقدہٗ نے اپنی جیب خاص سے ادا فرمائے۔رحمت پور شریف پہنچنے تک نہ صرف مخلصین وذاکرین بلکہ مصلحین و مبلغین کی ایک بہت بڑی جماعت تیار ہو چکی تھی۔یہاں پر سکونت پذیر ہونے کے بعد ان تمام حضرات کو پورے ملک میں پھیلا دیا۔جس کے نتیجے میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ طریقہ عالیہ میں داخل ہوگئے۔بے شمار ڈاکو، چور، زانی، راشی، شرابی اور فاسق و فاجر گناہوں سے تائب ہوگئے۔قانون شریعت اور سنت نبوی پر طعن و تشنیع کرنے والے پابند شریعت اور متبع سنت بن گئے۔

آپ کا وصال ۸ شعبان المعظم ۱۴۸۴ ہجری میں رحمت پور شریف لاڑکانہ سندھ میں ہوا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔رحمت پور شریف لاڑکانہ حضور پیر مٹھار رحمۃاللہ علیہ کا آخری مرکز اور آخری آرام گاہ آج بھی زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

حضرت الحاج اللہ بخش عباسی نقشبندی عرف پیر سوہناسائیں نوّراللہ مرقدہ

آپ کی ولادت باسعادت مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۱۰ء کو ضلع نوشہرو فیروز تحصیل کنڈیارو کے خانواہن نامی ایک چھوٹے سے قصبے میں قریشی،عباسی خاندان کے ایک معزز و صالح بزرگ حضرت محمد مٹھل عباسی رحمۃاللہ علیہ کے گھر ہوئی۔ابھی آپ محض ۵ ماہ کے کم سن بچے تھے کہ والدِ گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا،لیکن آپ کی والدہ محترمہ نے اخلاقی تربیت کے ساتھ دینی ودنیوی تعلیم کا پورا پورا اہتمام کیا۔

ابتدائی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے خانواہن ہی میں فائنل تک اسکول کی تعلیم بھی حاصل کی اور جلد ہی پرائمری اسکول خانواہن میں استاد متعین ہوئے۔لیکن کچھ ہی عرصہ بعد ملازمت ترک کی اور والدہ محترمہ کے مشورہ سے مزید دینی تعلیم کے لئے گیریلو ضلع لاڑکانہ تشریف لے گئے،جہاں پر اس وقت کے جید عالمِ دین علامہ الحاج رضا محمد رحمۃ

اللہ علیہ تدریسی فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ حضور سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ نے متعدد مدارس میں رہ کر زیادہ تر دینی تعلیم ان ہی سے حاصل کی۔

حضرت پیر سوہنا سائیں قدس سرہ کے آباءواجداد بکھری تحصیل کنڈیارو کے راشدی سادات خاندان کے مرید تھے لیکن آپ ابھی علامہ رضا محمد کے یہاں بھریا میں زیر تعلیم تھے کہ خانواہن سے قریب ہالانی میں پنجاب کے مشہور نقشبندی کامل ولی و بزرگ حضرت پیر فضل علی قریشی تشریف فرما ہوئے۔ آپ ان سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور ان سے سلسلہ نقشبندیہ کے دو اسباق ہی حاصل کئے تھے کہ رمضان المبارک کی چاند رات بروز جمعرات ۱۳۵۴ھ کو حضرت پیر قریشی قدس سرہ کا انتقال ہو گیا۔ جس کے بعد ان کے عالم باعمل نائب و خلیفہ حضرت خواجہ محمد عبدالغفار رحمت پوری رحمۃاللہ علیہ کے دست اقدس پر تجدید بیعت کی اور ان سے دائرہ لاتعین تک مکمل سلوک طے کیا، مدّۃالعمر انکی خدمت و صحبت میں رہے۔

مسندِ ارشاد

حضرت پیر مٹھار رحمۃاللہ علیہ نے اپنی زندگی میں حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور بارہا خلفاء کرام کے مجمعہ میں اس کا اعلان فرمایا۔ نیز تحریری اجازت نامہ میں واضح طور پر اپنا نائب و قائم مقام لکھا اور خلفاء کرام کو اپنے بعد حضرت سوہنا سائیں سے تجدید بیعت کا امر فرمایا۔ اس کے علاوہ بعض نئے آدمیوں کو جو آپ سے بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوئے تھے، حضرت سوہنا سائیں (گو آپ نے بہت معذرت کی لیکن تاکیدی امر فرما کر) سے بیعت کروا کر عملی طور پر اپنا نائب اور قائم مقام متعین فرمایا اور بعد کے حالات اور حضرت سوہنا سائیں کی دینی و ملی خدمات نے ثابت کیا کہ حضرت پیر مٹھار رحمۃاللہ علیہ کا اپنے خلفاء کرام میں سے حضرت سوہنا سائیں کا انتخاب بروقت، برمحل اور بہت ہی مناسب تھا۔ اور اس سے امتِ مسلمہ کو مثالی دینی فائدہ حاصل ہوا۔ حضرت پیر مٹھار رحمۃاللہ علیہ کے سانحہ وفات کے بعد آپ نے لاڑکانہ سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر ضلع دادو میں اپنا پہلا تبلیغی مرکز اپنے مرشد اول حضرت پیر قریشی علیہ الرحمۃ کے پہلے مرکز کے نام پر فقیر پور رکھا۔ جہاں ماہوار گیارھویں شریف کا جلسہ مقرر فرمایا۔ ساتھ ہی پاکستان کے چاروں صوبوں میں کئی تبلیغی دورے کئے۔ حضرت پیر مٹھا قدس سرہ کے بیشتر خلفاء کرام بھی ان تبلیغی پروگراموں میں آپ کے ساتھ رہے اور لوگ جوق در جوق جماعت میں داخل ہوتے رہے۔

مثالی شیخ کی مثالی خدمات

حضرت پیر سوہناسائیں رحمۃاللہ علیہ بہت سے اوصاف میں عام پیروں سے مختلف تھے۔ مثلاً آپ کے توکل کا یہ عالم تھا کہ مرکز، مدرسہ، مسجد، خواہ لنگر کے لئے مدۃ العمر چندہ وسوال سے محترز رہے۔ اپنے خرچہ پر تبلیغی سفر کیا کرتے تھے۔ البتہ اگر کوئی شخص اپنے شوق سے کسی بھی مد میں مالی معاونت کرنا چاہتا تو سنت کے مطابق قبول کرتے تھے۔ کبھی بھی کسی فرد، جماعت یا فرقے کی مخالفت نہیں کی۔ لاکھوں مریدین کے شیخ اور پیر و مرشد تھے لیکن آپ نے کبھی بھی اپنے آپ کو پیر یا بزرگ نہ سمجھا اور نہ ہی متعلقین کو اپنا مرید۔ بلکہ اپنے قول و عمل سے اپنے آپ کو خادم اور فقیر سمجھتے اور مریدین کو دوست اور پیر بھائی کہتے اور سمجھتے تھے۔ بہت سی اصلاحی تنظیموں کے بانی و سرپرست تھے لیکن کبھی بھی اشارہ وکنایہ سے بھی اس کا اظہار بھی نہ کیا۔ غرض یہ کہ خلوص وللّٰہیت کے جو واقعات کتابوں میں پڑھے اور بزرگوں سے سنے تھے، بلاکم وکاست آپ کو انکا مصداق پایا۔

اصلاحی تنظیمیں

جماعت اصلاح المسلمین: حضرت سوہناسائیں نور اللہ مرقدہ اور آپ کے خلفاء کرام اور مریدین ہر سطح پر تبلیغ دین و اشاعتِ اسلام کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ لیکن ۱۹۷۱ء سے باقاعدہ سرکاری طور پر ایک رجسٹرڈ تنظیم کی حیثیت سے آپ کی سرپرستی میں جماعت اصلاح المسلمین کا قیام عمل میں آیا اور اس تنظیم نے شریعت، تصوف وطریقت کا منظم طور پر خدمات کا آغاز کیا اور آپ نے اسی سال محترم الحاج احمد حسن کی قیادت میں ایک تبلیغی وفد متحدہ عرب امارات روانہ فرمایا۔ اس طرح بیرونی ممالک میں تبلیغی کام کی ابتداامارات سے ہوئی اور بعد میں یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ دنیا کے کئی ممالک میں اس خالص اصلاحی جماعت کے کارکن ملازمت اور ذاتی کاروبار کے ساتھ درس وتدریس اور وعظ و تبلیغ کی صورت میں خدمتِ دین متین انجام دینے لگے۔

جمعیۃ علماء روحانیہ غفاریہ: حضرت پیر سوہناسائیں قدس سرہ کے مریدین میں ایک بڑی تعداد علماء کرام کی تھی جو درس و تدریس اور تصنیف وتالیف، امامت و خطابت کی صورت میں شریعت مطہرہ اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ وقتاً فوقتاً دربار عالیہ اللہ آباد شریف یا فقیرپور شریف میں تعلیمی وتربیتی دورے منعقد کرواکر چند

دن صحبت اور ملاقات کا خصوصی موقعہ فراہم کرتے اور انفرادی طور پر ان کے ذاتی مسائل اور دینی خدمات کے بارے میں پوچھتے۔ کوتاہی معلوم ہونے پر دردمندانہ تنبیہ کرتے اور مفید مشورے دیتے تھے۔

روحانی طلبہ جماعت: حضرت پیر سوہنا سائیں قدس سرہ چونکہ عالم و عارف بزرگ تھے اور امت مسلمہ کے حقیقی خیر خواہ تھے، اس لئے انکی مسلمانان عالم کی موجودہ حالات پر پوری نظر تھی اور ہر وقت دینِ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے فکر مند رہتے تھے۔ اسی مقصد کے پیش نظر آپ نے جدید تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے طلبہ کے لیے روحانی طلبہ جماعت نامی تنظیم قائم فرمائی۔ جس کے نتیجہ میں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم سینکڑوں طلبہ نیک و صالح بلکہ بعض تو مبلغ اسلام بنے۔

مثالی مراکز

یوں تو حضرت پیر سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ اور آپ کے خلفاء کرام کی تبلیغی جدوجہد کے نتیجہ میں ہزاروں افراد کی اصلاح ہوئی اور وہ مکمل طور پر شریعت مطہرہ اور سنت رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کی پابندی کرنے لگے۔ لیکن جہاں جہاں خود آپ نے قیام فرمایا، وہاں ایک ایسے اصلاحی معاشرہ کی بنیاد ڈالی (مثالی مراکز بھی قائم کئے) اور عملی طور پر نظام مصطفی صلّی اللہ علیہ وسلم نافذ کر کے دکھایا، جن کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ایسے اصلاحی اور مثالی مراکز میں:

(۱) درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو ضلع نوشہرو فیروز سندھ، (۲) درگاہ فقیر پور شریف ضلع دادو سندھ، (۳) درگاہ طاہر آباد شریف ضلع ٹنڈو الہیار قابل ذکر ہیں۔ ان مثالی تبلیغی مراکز میں مقیم تمام مرد حضرات، خواہ خواتین شریعت مطہرہ کے عین مطابق زندگی بسر کرتے تھے۔ نماز باجماعت، تہجد، سنت رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ڈاڑھی اور عورتوں کا مکمل طرح سے شرعی پردہ کا اہتمام کرنا، نیز ضروری دینی مسائل برزبان یاد کر کے ان پر عمل کرنا، بلکہ ان کی تبلیغ کرنا۔ یہ حضرت پیر سوہنا سائیں قدس سرہ کی فقید المثال دینی خدمات ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کے درمیان فرقہ بندی اور فروعی اختلافات کو ختم کرنے کے لیے سخت جدوجہد و محنت کی۔ مختلف فرقوں کے علماء کرام سے فرقہ بندی ختم کرنے کے لیے ملاقاتیں کیں اور دردمندانہ طور پر خطوط لکھے۔ جس میں آپ نے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے اتحاد و اتفاق کے لیے بہت زور دیا۔ مختلف مشائخ عظام و علماء کرام سے ملاقات کے لیے پیراں سالی کی وجہ سے جس طرف آپ نہیں

جا پاتے تھے تو اپنے خلفاء کرام و علماء عظام پر مشتمل وفد بھیجا کرتے تھے۔ آپ نے اس اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کرنے کے لیے اپنے خلفاء، علماء، مریدین و متوسلین کو یہی درس دیا کہ کسی بھی گروہ یا فرقے کی مخالفت نہ کریں اور اگر کوئی آپ کی مخالفت کرتا ہے تو اس پر صبر کریں اور ان کے ساتھ محبتیں بڑھانے کی کوشش کریں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہم عاجز بندے ہیں، ہمارا کام خلوص سے اتحاد و اتفاق امت مسلمہ کے لیے کوششیں کرنا ہیں۔ اس کا نتیجہ و اثرات ظاہر کرنا یہ خدائے عزوجل کا کام ہے۔

جوانی کے زمانہ سے لیکر بڑھاپے تک مسلسل محنت، مجاہدات، عبادات و ریاضات کیوجہ سے عوارضات کے باوجود آپ نے نماز باجماعت، تہجد اور تبلیغ و تلقین وذکر کا سلسلہ کبھی منقطع نہ کیا۔ یہاں تک کہ دنیوی زندگی کے آخری دن بھی بعد از نماز عصر نئے واردین کو بیعت کر کے وعظ و نصیحت کی اور آخری رات وفات سے چند لمحہ پہلے تکلیف کے باوجود اٹھ کر نماز تہجد ادا کیا اور قبلہ رو ہو کر لیٹ گئے اور اللہ، اللہ کہتے ہوئے ۶ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ (مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۸۳ء) پیر کی رات اپنے خالق ومالک کے حضور حاضر ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ یا محمد ہووے زبان پہ جاری
جب یہ روح میری چرخِ کہن سے نکلے

مختصر معمولات،ایصال ثواب اور ختم خواجگان

مختصر معمولات

تلاوتِ قرآن: روزانہ قرآن مجید کی تلاوت ضرور کی جائے، ایک پارہ یا اس سے زیادہ۔ بہتر ہے کہ کم از کم نصف پارہ تلاوت کی عادت ہونی چاہئے اور بلاعذر اس میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

کلمہ طیبہ: کلمہ طیبہ کا ورد جس قدر زیادہ ہو بہتر ہے۔ بلند آواز سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آواز اس قدر ہو کہ آدمی خود اور قریب بیٹھے لوگ آواز سن سکیں۔ ۹۹ مرتبہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہنے کے بعد ایک مرتبہ مکمل کلمہ شریف ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلّی اللہ علیہ وسلم'' کہنا چاہئے۔ اس طریقہ پر کم از کم دو دو تسبیح روزانہ پڑھنا ضروری ہے۔

درود شریف: زیادہ کی کوئی حد نہیں، کم از کم دو تسبیح روزانہ کا معمول ہونا چاہئے۔ جمعہ کے دن اور بھی زیادہ درود شریف پڑھا جائے۔

استغفار: ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ تَعَالٰی رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ'' روزانہ دو تسبیح۔

تسبیح: ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ'' دو تسبیح۔

نماز تہجد: نصف رات کے بعد جس وقت بیداری ہو حسب توفیق ۸ تا ۱۲ رکعات

سلسلہ عالیہ: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ غفاریہ بخشیہ مع مناجات سوتے وقت یا نماز تہجد کے بعد عربی، اردو یا سندھی جس زبان میں آسانی ہو پڑھا جائے۔

اس کے علاوہ رات کو سونے سے پہلے سورہ فاتحہ، سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات الٓمّٓ سے لیکر مُفْلِحُوْنَ تک، آیۃ الکرسی خَالِدُوْن تک اور آخری آیات آمَنَ الرَّسُوْلُ سے لیکر آخر سورہ تک، نیز چہار قل (''قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ''، ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ''، ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' اور ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'') ہر ایک بِسْمِ اللّٰہِ کے ساتھ اور درود شریف

گیارہ مرتبہ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے پہلے اپنے جسم پر ہاتھ پھیرلیں، اس کے بعد اہل خانہ بالخصوص بچوں پر دم کریں۔

سوتے وقت مسنون دعا ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى'' اور بیدار ہونے پر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ'' پڑھنا چاہیۓ۔

رمضان المبارک میں کلمہ طیبہ کا ورد اور تلاوتِ قرآن کثرت سے کی جائے۔ جس قدر ہو سکے صلوٰۃ التسبیح زیادہ پڑھی جائے۔

مفصل ختم شریف

یہ ختم جو سالانہ اجتماعات کے مواقع پر ہمارے مشائخ کا معمول رہا ہے اس کا طریقہ کار یہ ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الی آخرہ اور بِسْمِ اللّٰهِ الی آخرہٖ کے بعد تین بار درود شریف، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الی آخرہٖ کے ساتھ سورہ ملک (تَبَارَكَ الَّذِیْ) آخر تک، اس کے بعد ایک بار بِسْمِ اللّٰهِ الی آخرہ تک کے ساتھ سورہ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) تین بار، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الی آخرہ کے ساتھ سورہ فلق (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) ایک بار، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الی آخرہٖ کے ساتھ سورہ الناس (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) ایک بار، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الی آخرہٖ کے ساتھ سورہ فاتحہ ایک بار، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الی آخرہٖ کے ساتھ سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات (الٓمّٓ سے وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ) تک ایک بار، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الی آخرہ کے ساتھ سورہ بقرہ کی آخری آیات (آمَنَ الرَّسُوْلُ تاالٰی آخر سورہ) ایک بار، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الی آخرہ کے ساتھ آیت لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ سے رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ تک ایک بار، اس کے بعد ''دَعْوَاهُمْ فِيْهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ وَ اٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' ایک بار، اس کے بعد آیت ''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ'' آخر آیت تک ایک بار، اس کے بعد آیت ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ'' سے لیکر تَسْلِيْمًا تک، اس کے بعد ''سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' پڑھ کر تین بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ پڑھ کر خشوع وخضوع کے ساتھ کافی دیر تک ایصال ثواب کی دعا کی جاتی ہے۔

دعائے ایصالِ ثواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ ثَوَابَ هٰذَا الْكَلَامِ (اور اگر ایصال ثواب کے لئے کھانا بھی تقسیم کیا گیا ہو تو الکلام کے بعد وَالطَّعَامِ کا لفظ بڑھایا جائے) بِجَنَابِ سَيِّدِ الْمُعَلّٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ قُرَّةِ عُيُوْنِنَا وَ رَاحَةِ رُوْحِنَا وَ ضِيَآءِ قُلُوْبِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَاَهْلِ بَيْتِه وَ اَزْوَاجِهِ الْمُطَهَّرَاتِ وَخُلَفَآئِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْهَادِيْنَ الْمُهْتَدِيْنَ وَجَمِيْعِ اَصْحَابِهٖ وَاَحْبَابِهٖ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَاِلٰى جَنَابِ مَشَائِخِ جَمِيْعِ السَّلَاسِلِ الْقَادِرِيَّةِ وَالْجِشْتِيَّةِ وَالسَّهْرَوَرْدِيَّةِ وَ خَاصَّةً اِلٰى اَصْحَابِ الطَّرِيْقَةِ الْعَالِيَةِ النَّقْشبَنْدِيَةِ، خُصُوْصًا اِلٰى جَنَابِ الْمُعَلّٰى مُرْشِدِنَا وَهَادِيْنَا الْمُجَدِّدِ وَ الْمُنَوِّرِ لِلْمِاَةِ اَرْبَعَةَ عَشَرَ خواجۂ خواجگان پیر پیران سُلْطَانِ الْعَارِفِيْنَ وَ وَسِيْلَتِنَا فِى الدَّارَيْن حضرت الحاجّ الله بخش سهنا سائين قَلْبِىْ وَ رُوْحِىْ فَدَاه، اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا مِنْ فُيُوْضَاتِهِمْ وَ بَرَكَاتِهِمْ، اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا مِنْ فُيُوْضَاتِهِمْ وَبَرَكَاتِهِمْ،، اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا مِنْ فُيُوْضَاتِهِمْ وَ بَرَكَاتِهِمْ وَ اهْدِنَا سَبِيْلَهِمْ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

وضاحت

دعا کوئی بھی ہو اگر رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بولی یعنی عربی زبان میں ہو تو بہتر ہے، لیکن یہ لازمی اور ضروری نہیں۔ لہٰذا ایصال ثواب کے لئے بھی بعینہ مذکورہ الفاظ میں دعا مانگنا ضروری نہیں۔ اہلِ علم حضرات ان میں کمی بیشی کر سکتے ہیں، البتہ عوام الناس اپنی طرف سے کوئی رد و بدل نہ کریں۔ البتہ اگر چاہیں تو حمد اور صلٰوۃ و سلام کے بعد سندھی، اردو یا کسی بھی زبان میں ایصال ثواب کر سکتے ہیں مثلا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ یااللہ اس کلام وبعام کا ثواب سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کو پہنچا اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک، اہل بیت عظام، ازواج مطہرات، حضرات خلفاء راشدین اور آپ کے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پہنچا اور جمیع سلاسل کے مشائخ عظام بالخصوص سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ خاص کر ہمارے پیر و مرشد ہادی و رہبر سلطان العارفین حضرت قبلہ سوہنا سائیں قلبی وروحی فداہ کی روح پر فتوح کو پہنچا۔ یااللہ ہمیں اپنے ان مقرب بندوں کے فیوض و برکات سے بہرہ ور فرما، یااللہ ہمیں اپنے ان مقرب بندوں کے فیوض و برکات سے بہرہ ور فرما، یااللہ ہمیں اپنے ان مقرب بندوں کے فیوض و برکات سے بہرہ ور فرما، اور ہمیں انکے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، یااللہ ہماری عاجزانہ دعائیں قبول فرما اور ہماری کوتاہیوں سے درگذر فرما۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین آمین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

حل مشکلات کے لیے ختم خواجگان نقشبند

قضائے حاجات وحلِ مشکلات کے لیے ہمارے مشائخ سلسلہ کے یہاں جو ختمِ خواجگان مروج ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ بعد از نماز عصر (کسی دوسرے وقت بھی پڑھ سکتے ہیں) چند افراد گول دائرہ کی شکل میں بیٹھ جائیں اور جو مشکل در پیش ہو، ذہن میں رکھ کر پہلے سورہ فاتحہ مع بسم اللہ سات مرتبہ پڑھیں، اگر شریک افراد زیادہ ہوں تب بھی فاتحہ فقط سات افراد ایک ایک بار پڑھیں، اس کے بعد کنکریاں یا کھجور کی گٹھلیاں جو میسر ہوں ان پر ایک سو ایک (۱۰۱) مرتبہ درود شریف پڑھیں، پھر اناسی (۷۹) مرتبہ سورہ الم نشرح پڑھیں، اس کے بعد ایک ہزار مرتبہ سورہ اخلاص (قل ھو اللہ) پڑھیں، اس کے بعد سورہ فاتحہ پہلے کی طرح فقط سات بار پڑھیں اس کے بعد

ایک سو ایک بار یَا قَاضِیَ الحَاجاتِ

ایک سو ایک بار یَا کَافِیَ الْمُھِمَّاتِ

ایک سو ایک بار یَا مُجِیْبَ الدَّعَوَاتِ

ایک سو ایک بار یَا حَلَّ الْمُشْکِلَاتِ

ایک سو ایک بار یَا دَافِعَ الْبَلِیَّاتِ

ایک سو ایک بار یَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ

ایک سو ایک بار یَا شَافِیَ الْاَمْرَاضِ

ایک سو ایک بار یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

پڑھ کر اس کا ثواب سلطان العارفین، حضرت خواجہ بایزید بسطامی، حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی، حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی، حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی، حضرت خواجہ عارف ریوگری، حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی، حضرت خواجہ باباسماسی، حضرت خواجہ سید امیر کلال، خواجہ خواجگان پیرِ پیران حضرت بہاؤالدین نقشبند بخاری اور حضرت خواجہ ابو منصور ماتریدی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ارواح پاک کو ایصال ثواب کریں اور ان کے وسیلہ سے اپنی حاجت کے لیے دعا کریں۔ انشاءاللہ تعالیٰ ان حضرات قدسی صفات کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ مشکل حل فرمادیگا۔ یہ ختم شریف تین یا سات یوم تک پڑھا جاتا ہے۔ ختم شریف میں شامل حضرات جس قدر نیک و صالح ہونگے اسی قدر قبول دعا کی زیادہ امید ہے۔

چند مخصوص ختم خواجگان

ا۔ سیدی و مرشدی سلطان العارفین حضرت الحاج اللہ بخش المعروف سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہ کے مریدین و متوسلین کو چاہئے کہ روزانہ حلقہ ذکر و مراقبہ قائم کریں اور مراقبہ سے پہلے درج ذیل ختم شریف تمام افراد مل کر پڑھیں۔ ایک سو بار درود شریف، پانچ سو مرتبہ آیت کریمہ ''اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ''، پھر ایک سو مرتبہ درود شریف شامل تمام افراد ملکر پڑھیں، اس کے بعد ایک بار سورۃ فاتحہ، گیارہ مرتبہ سورۃ قریش (لِاِيْلٰفِ) ہر ایک شامل فرد پڑھے، آخر میں حضور سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہ اور آپ کے مشائخ کرام قدس اللہ اسرارہم کی ارواح پاک کو بخش دیں۔

۲۔ ختم خواجۂ خواجگان حضرت محمد عبدالغفّار المعروف پیر مٹھار رحمۃاللہ علیہ۔ حسبِ سابق اول و آخر ایک ایک سو بار درود شریف، درمیان میں یہ آیت کریمہ ''وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى'' پانچ سو مرتبہ۔

۳۔ ختم حضرت خواجہ پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ۔ آیتِ کریمہ ''ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَآءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ'' پانچ صد بار اور اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۴۔ ختم خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ'' پانچ سو مرتبہ اور اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۵۔ ختم حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ۔ ''سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ'' پانچ سو مرتبہ اور اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۶۔ ختم حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ۔ ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ'' پانچ سو بار اور اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۷۔ ختم حضرت شاہ احمد سعید رحمتہ اللہ علیہ۔ يَا رَحِيْمَ كُلِّ صَرِيْخٍ وَ مَكْرُوْبٍ وَغِيَاثَهٗ وَ مَعَاذَهٗ يَا رَحِيْمُ'' پانچ سو بار اور اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۸۔ ختم حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ يَا اَللهُ يَا رَحْمَانُ يَا رَحِيْمُ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ'' سو بار پورا ہونے پر ''اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّبَلِّغُنِيْ اِلٰى حُبِّكَ '' پانچ سو مرتبہ اور اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۹۔ ختم حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ''يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ'' پانچ سو مرتبہ اور سو پورا ہونے پر ایک مرتبہ کہیں ''اَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ'' اور اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۱۰۔ ختم حضرت خواجہ محمد معصوم سرھندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ'' پانچ سو بار اور ہر سو مرتبہ پورا ہونے پر کہیں ''فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ''۔

۱۱۔ ختم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرھندی قدس سرہ۔"لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ" پانچ سو بار اور اول و آخر ایک سو مرتبہ درود شریف۔

۱۲۔ ختم حضرت باقی باللہ دھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔"یَا بَاقِیْ اَنْتَ الْبَاقِیْ" پانچ سو مرتبہ، سو عدد پورا ہونے پر ایک مرتبہ کہیں"كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ"۔

۱۳۔ ختم حضرت خواجۂ خواجگان شاہ بہاؤالدین نقشبند بخاری قدس سرہ۔"یَا خَفِیَّ اللُّطْفِ اَدْرِکْنِیْ بِلُطْفِكَ الْخَفِیِّ" پانچ سو بار، اول و آخر درود شریف ایک ایک سو بار۔

۱۴۔ ختم حضرت محبوب سبحانی غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ۔ایک سو بار درود شریف، پانچ سو بار"حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ" اور ہر بار سو پورا ہونے پر"نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ" آخر میں پھر ایک سو بار درود شریف۔

ہدیہ صلواۃ و سلام در بارگاہ خیر الانام سید الاولین والآخرین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم۔ تین سو تیرہ مرتبہ"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَ تَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَكَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَ تُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیَاۃِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"۔

مذکورہ بالا مشائخ کے ایامِ وصال

آخر میں ان بزرگوں کے ایامِ وصال تحریر کئے جاتے ہیں تا کہ عرس شریف کی مناسبت سے اور ایصالِ ثواب کے حوالہ سے ختم و خیرات اور دینی اجتماع منعقد کرنے میں سہولت رہے۔

ایامِ وصال مذکور مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ: ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ ہجری

حضرت شاہ بہاؤالدین نقشبند بخاری قدس سرہ: ۱۳ ربیع الاول ۷۹۱ ہجری

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی قدس سرہ: ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ ہجری

حضرت امام ربانی سرہندی قدس سرہ: ۲۸ صفر ۱۰۳۴ ہجری

حضرت مرزا مظہر جانِ جانان قدس سرہ: ۱۰ محرم ۱۱۵۵ ہجری

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ: ۲۳ صفر ۱۲۴۰ ہجری

حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری قدس سرہ: ۲۲ شوال ۱۲۸۴ ہجری

حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہ: ۲۲ شعبان ۱۳۱۴ ہجری

حضرت خواجہ سراج الدین قدس سرہ: ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۳ ہجری

حضرت خواجہ فضل علی قریشی قدس سرہ: یکم رمضان ۱۳۵۴ ہجری

حضرت خواجہ محمد عبدالغفار رحمت پوری قدس سرہ: ۸ شعبان ۱۳۸۴ ہجری

حضرت خواجہ الحاج اللہ بخش سوہنا سائیں قدس سرہ: ۶ ربیع الاول ۱۴۰۴ ہجری

شجرہ طیبہ مطہرہ

سلسلہ عالیہ مشائخِ نقشبندیہ

از کلام قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت الحاج محمد طاہر المعروف سجن سائیں مدظلہ

سجادہ نشین درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ هُوَ طَبِيْبٌ لِّقُلُوْبِنَا وَشَفِيْعٌ لِّذُنُوْبِنَا وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

سب ثنا مخصوص ذاتِ کبریا کے واسطے

رحمۃ للعالمین شافع جزا کے واسطے

ہو عطا صدق وصفا صدیق اکبر کے طفیل

حب اپنی کر عطا اس باوفا کے واسطے

صدقے سلمان فارسی کے ہو کرم تیرا کریم

حضرت قاسم امام الاولیا کے واسطے

نفس ہو مغلوب حضرت سید جعفر طفیل

قطب عالم بایزید بادشاہ کے واسطے

خواجہ خرقانی ابوالحسن شہنشاہِ اولیاء

پیر پیراں ابوالقاسم باخدا کے واسطے

صاحب فیض وفضیلت بو علی شیخ الوریٰ

خواجہ بویوسف دلارے باوفا کے واسطے

خواجہ صاحب عبدالخالق غجدوانی اولیاء

شیخ عارف ریوگری اس حق نما کے واسطے

حضرت محمود صدقے عاقبت محمود ہو

پیر علی رامیتنی مردِ خدا کے واسطے

خواجہ باباسماسی مردِ فاضل باکمال

شاہ شمس الدین سید شہنشاہ کے واسطے

غوثِ اعظم، قطبِ عالم، شہنشاہِ نقشبند

شاہ بہاؤالدین بخاری دلربا کے واسطے

دل میرا ہو اسم اعظم سے منور یاخدا

پیر علاؤالدین عابد بے ریا کے واسطے

حضرت یعقوب صدقے مشکلیں سب معاف ہوں

پیر عبید اللہ افضل اولیاء کے واسطے

حضرت زاہد کے صدقے زُہد کامل ہو نصیب

سائیں درویش محمد مُقتدا کے واسطے

خواجہ املنگی کے صدقے گریہ زاری ہو عطا

خواجہ محمد باقی باللہ باصفا کے واسطے

شہنشاہِ اولیاء نائب جنابِ مصطفیٰ

حضرت خواجہ مجدد مہرباں کے واسطے

حضرت معصوم صدقے عشق کامل ہو نصیب

خواجہ سیف الدین رہبر ورہنما کے واسطے

حضرت محسن کے صدقے معاف ہو میری خطا

پیر کامل نور محمد پارسا کے واسطے

شیخ حبیب اللہ شہید مرزا مظہر جانِ جاں
خیر خواہ خواجہ غلام علی خوش ادا کے واسطے

بو سعید شیخ احمد دہلوی غوث زماں
فاروقی احمد سعید شمس الہدیٰ کے واسطے

دوست تیرا یاالٰہی دوست محمد دلربا
حضرت عثمان تارک ماسوا کے واسطے

حضرت محمد لعل شاہ اور سراج الدین پیر
دل کی ظلمت دور ہو ان مہ لقا کے واسطے

فیض فضلی کا ہے برسا عجم عربستان پر
فضل ہو فضلِ علی فضلِ خدا کے واسطے

نائبِ خیر الوریٰ حضرت محمد عبد الغفار
مہر ہو منظور مجھ پر مہربان کے واسطے

ابرِ رحمت شاہِ شفقت حضرت اللہ بخش سائیں
یہ دعا مقبول ہو قطبُ الوریٰ کے واسطے

مال ملکیت کی محبت قلب سے زائل کریں
پیر ہادی اللہ آبادی بھَرجَھلا کے واسطے

شیخ کامل میں فنائیت اور محبت ہو نصیب
پیر بس راضی رہے اس بے نوا کے واسطے

یا خدا در چھوڑ تیرا میں بتا جاؤں کہاں
رحم کر اے راحمین اپنی سخا کے واسطے

شرِ شیطانی سے مجھ کو یا خدا محفوظ رکھ
نفس ہو مقہور میرا دائما کے واسطے

تیری خوشنودی مقدم ہو سدا میرے لیے
ہر عمل ہو بے ریا تیری رضا کے واسطے

ہیں نمازیں بے خشوع اور سجدے میرے بے قرار
مہر سے مقبول ہوں نور الہدیٰ کے واسطے

تیری رحمت اور شفقت کا بحر ہے بے کراں
ایک قطرہ بخش دے صل علیٰ کے واسطے

مجھ کو رکھیو مفلسی سے دور در ہر دوسرا
پوری کر سب حاجتیں اپنی سخا کے واسطے

عدو ہوں مغلوب میرے دین و دنیا کے تمام
کافی ہے بس فضل تیرا خاکپا کے واسطے

ہو عطا مجھ کو سعادت دین و دنیا کی تمام

سید الکونین خاتم الانبیاء کے واسطے

التجائیں محمد طاہر کی ہوں سب مستجاب

جملہ کامل اولیاء اور اتقیاء کے واسطے

آمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنِ بِحُرْمَةِ النَّبِیِّ الْکَرِیْم وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

اے خداوندا بذاتِ کبریا کے واسطے

قرۃ العینین احمد مصطفی کے واسطے

بے حساب و بے عقاب و بے عتاب بخش دے

لخت جو کبد النبی خیر النساء کے واسطے

ہے رضامندی تیری مطلوب در ہر دو سریٰ

لا فتیٰ الا علی حسن اُلعلیٰ کے واسطے

رکھ مجھے در ہر دو عالم زیر سایۂ عاطفت

سید الشہداء شہید کربلا کے واسطے

حضرت سجاد زین العابدیں کا واسطہ

باقر و جعفر امام الاتقیا کے واسطے

کشتی میری ڈوبتی کو پار کر دے یا خدا

موسیٰ کاظم امام علی رضا کے واسطے

حضرت سید محمد ہے تقی جس کا لقب

جود کر نابود پر اس ذوالعطا کے واسطے

تاجدار ہر دو عالم حضرت علی النقی

عاقبت محمود کر اس رہنما کے واسطے

موت کی تلخی نہ دیکھوں گور میری کر منیر

احسن حسن العسکری شمس الہدیٰ کے واسطے

موت دے جب، ذات تیری راضی و خوشنود ہو

سید موعود مہدی پیشوا کے واسطے

دیدہ گریاں سینہ بریاں بے قراری اضطراب

عشق اپنے میں فنا کر دائما کے واسطے

تاقیامت عشق تیرے میں ہوں جاں گداز

آل امجاد النبی بدر الدجیٰ کے واسطے

دین و دنیا کے سبھی اعداء میرے مقہور کر

حضرت فضل علی ظل ہما کے واسطے

مشکلیں آسان فرما دین و دنیا کی تمام

حضرت محمد عبد الغفار حق نما کے واسطے

اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ